از

درگاہ شریف، پوسٹ کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد۔ یو۔ پی

نام کتاب ——— تحقیق ہاشمی

مصنّف ——— سید محمد ہاشمی

تعداد ——— ۲۰۰۰ دو ہزار

قیمت ——— ۳۵/= روپے

طباعت ——— نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ ضلع فیض آباد

ناشِر

دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف پوسٹ کچھوچھا ضلع فیض آباد

(یو۔ پی)

اکابر بریلی خانوادۂ اشرفیہ کی نظر میں

۱۔ ہم شبیہہ غوث جیلانی، محبوب نورانی، شہزادۂ جیلانی، پروردۂ سہ محبوباں، جانشین اشرف سمنان، شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور

۲۔ جامع علوم وفنون، حکیم الاسلام حضرت علامہ مولانا سید نذر اشرف فاضل کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد محترم حضرت سیدنا محدث اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں۔

سرکار محدث اعظم ہند روایت فرماتے ہیں کہ:

"میں اپنے مکان پر تھا اور بریلی کے حالات سے بے خبر تھا۔ میرے حضور شیخ المشائخ (حضرت اشرفی میاں صاحب) قدس سرہ العزیز وضو فرمارہے تھے کہ یکبارگی رونے لگے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے۔ میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ بیٹا میں فرشتوں کے کاندھے پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں۔ چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا۔ تو ہمارے گھر میں کہرام پڑ گیا۔ اس وقت حضرت والد ماجد قبلہ (سید نذر اشرف فاضل کچھوچھوی) قدس سرہٗ کی زبان پر بے ساختہ آیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ اسی وقت ایک خاندانی بزرگ نے فرمایا کہ اس سے تو تاریخ وصال نکلتی ہے۔"

(مجدد اعظم از محدث اعظم ص ۲۴)

۳۔ سید المحدثین، رئیس المتکلمین، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مولانا مفتی سید محمد اشرفی

جیلانی حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی کی نظر میں

"بہر حال ہم اور آپ قرآن کریم کا سہارا لیکر اس مہینہ کی یادگار منانے کیلئے یکجا ہوئے ہیں جس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک مقبول بندہ اور رسول پاک کا سچا نائب، علم کا جبل شامخ اور عمل صالح کا اسوۂ حسنہ، معقولات میں بحر ذخار، منقولات میں دریائے ناپید کنار، اہلسنت کا امام، واجب الاحترام اور اس صدی کا باجماع عرب وعجم مجدد، تصدیق حق میں صدیق اکبر کا پرتو، باطل کو چھانٹنے میں فاروق اعظم کا مظہر، رحم وکرم میں ذوالنورین کی تصویر، باطل شکنی میں حیدری شمشیر، دولت فقہ و درایت میں امیر المومنین، اور سلطنت قرآن و حدیث کا مسلم الثبوت وزیر المجتہدین اعلیٰ حضرت علی الاطلاق امام اہلسنت فی الآفاق، مجدد مأۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ اعلم العلماء عند العلماء وقطب الارشاد علی لسان الاولیاء مولانا وفی جمیع الکمالات فانی فی اللہ والباقی باللہ، عاشق کامل رسول اللہ مولانا شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے قدم اول اول اس خاکدان دنیا میں جلوہ فرما ہوئے۔"

(ایضاً ص ۶)

۴ مخدوم المشائخ، امام اہلسنت، عارف حق، شہزادۂ غوث اعظم حضرت علامہ مولانا مفتی سید مختار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں مدظلہ العالی کی نظر میں:

"حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بلاشبہہ ان ہی اکابرین میں

سے تھے جو دین و سنیت کو فروغ دینے کیلئے پیدا ہوتے ہیں۔
حضرت کی پوری زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ہی ڈالئے تو یہ
حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ خلوص وللّٰہیت ان کی
شخصیت کا ٹریڈ مارک تھا۔ ان کا کوئی قول یا عمل میری نگاہ
میں ایسا نہیں ہے جو خلوص وللّٰہیت سے عاری ہو وہ اگر ایک
طرف متبحّر عالم مستند اور معتبر فقیہ، مختلف علوم و فنون کے
ماہر اور شعر وادب کے مزاج آشنا تھے تو دوسری جانب
ریاضت وعبادت، مکاشفہ و مجاہدہ اور اسرار باطنی کے
بھی محرم تھے اور ہر میدان میں ان کے خلوص وللّٰہیت کی
جلوہ گری نمایاں طور پر دکھائی دیتی تھی۔ وہ ایک ایسی شمع
تھے جس کے گرد لاکھوں پروانے اکتساب نور کی خاطر زندگیوں
کو داؤں پر چڑھاتے رہتے تھے۔ میرے گھرانے کے
بزرگوں سے ان کے دیرینہ اور گہرے تعلقات تھے۔ اس
پس منظر میں مجھے ان کا قرب خاص حاصل تھا۔ ایسے کئی
مواقع آئے جب حضرت نے تنہائی فضا پاکر انشراح صدر
کے ساتھ مجھ سے باتیں فرمائیں۔ اور ایک موقع پر فتنوں
کی نشاندہی کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر دین و
سنیت کے ماحول میں انتشار کا خوف و اندیشہ نہ ہوتا تو
بعض لوگوں کے چہروں پر پڑی ہوئی نقابوں کو الٹ کر
ان سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیتا"

(استقامت کا مفتی اعظم ہند نمبر مئی ۱۹۸۳ صـ۳۴)

۵ رئیس المحققین، شیخ الاسلام علامہ مولانا مفتی سید محمد مدنی اشرفی جیلانی جانشین حضور محدث اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی نظر میں :

"مجھ سے مت پوچھئے کہ حضور مفتی اعظم ہند پر رب کریم کی مخصوص نوازشات کا عالم کیا تھا ؟ جس کا باپ امام احمد رضا ہو ــــ وہ امام احمد رضا، جسے عارفین، غوث اعظم کی روشن کرامت، رسول اعظم کا عظیم معجزہ اور قادر مطلق کی قدرت کاملہ کی بہترین نشانی قرار دیتے ہوں۔ جس کا بھائی حسن صورت وجمال سیرت اور کمال علم وفضل کا وہ پیکرِ نور ہو کہ دنیا اسے " حجۃ الاسلام " کہہ کر بھی شرمندہ رہی کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

(ایضاص۱۳۰)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں :

۱۔ ترجمہ کنز الایمان ہے جو قرآن کریم کا صحیح ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے۔

۲۔ اہل تفویض کے مسلک اسلم کا عکاس ہے

۳۔ اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤید ہے

۴۔ زبان کی روانی وسلاست میں بے مثل ہے

۵۔ عوامی لغات اور بازاری بولی سے یکسر پاک ہے

۶۔ قرآن کریم کے اصل منشاء مراد کو بتاتا ہے۔

۷۔ آیات ربانی کے انداز خطاب کو پہنچواتا ہے

۸۔ قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشاندہی کرتا ہے۔

۹ - قادر مطلق کی ردائے عزت و جلال میں نقص و عیب کا دھبہ
لگانے والوں کیلئے شمشیر برّاں ہے ۔

۱۰ - حضرات انبیاء کی عظمت و حرمت کا محافظ و نگہبان ہے

۱۱ - عامۂ مسلمین کیلئے حقائق و معرفت کا امنڈتا سمندر ہے ۔

۱۲ - بس اتنا سمجھ لیجئے کہ قرآن حکیم قادر مطلق جل جلالہ کا مقدس کلام
ہے اور کنز الایمان اسکا مہذب ترجمان ہے ۔ اور ایسا کیوں
نہ ہو جبکہ یہ ترجمہ اسکا پیش کردہ ہے جو عظمت مصطفےٰ کا علمبردار،
تائید رحمانی کا سرمایہ دار، انوار ربانی کا حامل ۔ حقائق قرآن
کا ماہر اور دقائق آیات کا عارف تھا ۔"

(سعیٔ آخر ص ۴۵، ۴۶)

۶ شیخ طریقت، واقف اسرار معرفت حضرت علامہ مولانا سید شاہ نعیم اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ جائس ضلع رائے بریلی کی نظر میں :

" سنت کی پابندیوں اور تقوی شعاری میں آپ کا کوئی مثیل
نہیں تھا ۔ اور ان سب اعلیٰ صفات کے ساتھ آپ کا متواضعانہ
مزاج، آپ کی نرم گفتاری، علماء و سادات کے ساتھ حقیقی
احترام ۔ وہ کون سی دینی خوبی ہے جو اس جامع الصفات
میں نہ تھی ۔

ز سرتا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
تماشہ دامن دل میکشد کہ جا ایں جاست

حیات مفتی اعظم کا ہر دن ہر ماہ و سال ہمارے لئے قیمتی تھا وہ
ہماری جماعت کے لئے نشان تقدس تھے وہ ہم سب کے

مرجع تھے۔ مرکز تھے۔ بالاتفاق مستند قائد تھے۔ انکی زندگی کے ہر لمحے سے قوم مستفید ہوئی"

(استقامت کا مفتی اعظم ہند نمبر مئی ۱۹۸۳ء ص۴۵۸)

۷۔ خطیب اہلسنت، شیخ طریقت، شہزادۂ سمنان و کچھوچھا حضرت علامہ مولانا سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی ولی عہد آستانۂ عالیہ اشرفیہ سرکار کلاں کی نظر میں:

"حضرت مفتی اعظم ہند خَلقاً، خُلقاً، منطقاً یعنی شکل و صورت کردار و سیرت اور طرزِ گفتگو میں بالکل اپنے والد بزرگوار کی تصویر تھے۔ جس نے مفتی اعظم کو دیکھ لیا اس نے گویا چشم سر سے امام احمد رضا کی تصویر دیکھ لی۔ علم و فضل کا یہ عالم کہ وہ اپنے عہد میں بالاتفاق علی الاطلاق مفتی اعظم کہلائے امام احمد رضا کے فیوض و برکات ہند و پاک اور بیرون ہند میں پھیلانے کیلئے رب کریم نے مفتی اعظم ہند کی ذات کا انتخاب فرمایا۔ اتباع رسول اور خدمت خلق کے انوار و برکات کا ظہور رجحان خلق کی صورت میں ہوا۔ آپکی نماز جنازہ کے مناظر کو سن کر امام احمد بن حنبل کے جنازہ کی یاد تازہ ہوگئی۔ امام اہلسنت کا فرزند، تاجدار اہلسنت کے نام سے جانا پہچانا جانے لگا۔ وہ اپنی ہر ادا میں مظہر اعلیٰ حضرت تھا"

(ایضاً ص۴۵۵، ۴۵۶)

۸ عالم شریعت، واقف طریقت، صاحبزادۂ اکمل العلماء حضرت غازی الاسلام، علامہ مولانا سید اجمل حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ جہانگیریہ کی نظر میں:

"حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ جہاں علم و عمل میں یکتائے روزگار تھے وہیں ان کی ذات، زہد و تقویٰ، فقر و استغفار، جود و سخا، حلم و بردباری، احسان و ایثار، عبادت و پاکیزگی، ضبط و تحمل، صبر و رضا، ایمان و ایقان، درویشی اور حسن و اخلاق کا اتنا حسین مرقع تھی کہ بے اختیار مجمع الصفات کے الفاظ ان کے لئے زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ ان کے اوصاف حمیدہ نے اپنے تو اپنے غیروں کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیا اور انصاف پسندوں نے تو بیک زبان انھیں اپنا قائد اور ولی کامل تسلیم کر لیا ہے۔"

(ایضاً ص ۱۹۳)

سادات کرام اکابر بریلی کی نظر میں

۱۔ مفتی اعظم اندور حضرت مفتی محمد رضوان الرحمن رضوی نے مفتی غلام محمد خان کی فرمائش پر سیرت اعلیٰ حضرت نام کی ایک کتاب لکھی۔ اسی میں وہ ارشاد فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ خانہ داری کے کاموں میں امداد کیلئے ملازم کی ضرورت تھی ایک کم عمر لڑکے کو ملازم رکھا گیا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ یہ بچہ سیدزادہ ہے۔ آپ نے فوراً اپنے گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ خبردار اس بچہ سے کوئی خدمت نہ لی جائے۔ اسلئے کہ یہ مخدوم زادہ ہے۔ انھیں کھانا، کپڑا یا جس چیز کی ضرورت ہو فوراً حاضر کی جائے اور جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذر پیش کی جائے چنانچہ وہ صاحبزادہ جب تک آپ کے یہاں رہا۔ حکم کی تعمیل ہوتی رہی۔

ایک سید صاحب سوال کیا کرتے تھے۔ ایک دن اعلیٰ حضرت کے در دولت پر صدا لگائی " دلواؤ سید کو"۔ اعلیٰ حضرت سید صاحب کی آواز سنتے ہی آفس بکس کا وہ حصہ لیکر جسمیں نوٹ، روپیہ اور ریزگاری کی صورت میں دو سو روپیہ کی رقم موجود تھی باہر تشریف لائے اور سید صاحب کی خدمت میں پیش کر کے فرمایا: " حضور یہ حاضر ہے"۔ سید صاحب اس رقم کو دیر تک غور سے دیکھتے رہے پھر چونی کے خانے

سے ایک چوتی اٹھالی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔" حضور یہ سب حاضر ہے" سید صاحب نے فرمایا۔ مجھے یہ کافی ہے، باقی لے جائیے۔ جب سید صاحب چوتی لیکر تشریف لے گئے تو اعلیٰ حضرت نے خادم سے فرمایا۔ دیکھو۔ سید صاحب کو آئندہ کبھی صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ جب سید صاحب کو دیکھو فوراً ایک چوتی نذر کر دیا کرو۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے یہاں معمول تھا کہ محفل میلاد پاک میں شیرینی تقسیم کرتے وقت سادات کرام کو دیگر حضرات کی بہ نسبت دوگنا حصہ پیش کیا جاتا تھا۔

(سیرت اعلیٰ حضرت ص۳۴، ۳۵)

۲۔ ولی عہد آستانہ اشرفیہ شیخ طریقت حضرت مولانا اظہار اشرف ارشاد فرماتے ہیں:

" امام احمد رضا صرف یہی نہیں کہ اپنے عہد کے علوم و فنون کے کوہ ہمالہ تھے۔ بلکہ عشق و محبت کا بحر ناپید کنار بھی تھے۔ جنھیں اپنے محبوب کی ذات تو ذات اس کے آثار و منسوبات سے والہانہ وارفتگی تھی۔ بارگاہ رسالت کی ادب شناسی کی مملکت کی تاجوری انھیں حاصل تھی۔ نازک سے نازک موقعہ پر بھی وہ ادب وتہذیب کے دائرہ سے ایک آن کیلئے بھی باہر نہ ہوتے۔ رب کریم نے انھیں جس قوت شامہ سے نوزا تھا اس نے بھی ان کا بڑا ساتھ دیا اور اس غریب مزدور سید کی نسبت سیادت کی معرفت کرادی کہ جس کی پالکی پر آپ رونق افروز ہو گئے تھے اور اس نے اس پالکی کو کاندھے پر

اٹھالیا تھا۔ اس معرفت کے بعد وہی ہوا جو عشق کا فیصلہ تھا۔ چشم کائنات نے عقل کو حیران اور عشق کو شاداں دیکھا۔ محبوب کی غریب آل، پالکی میں نظر آئی اور تمام دنیا کے علمار و مشائخ کا مرکزِ عقیدت بے شمار علوم و فنون کا امام، لاتعداد اعلیٰ حضرتوں کا اعلیٰ حضرت پالکی اٹھائے ہوئے دکھائی دیا۔"

(مفتیٔ اعظم ہند نمبر مئی ۱۹۸۳ء، ص۱۵۱)

"خود میرے جدِ کریم، شبیہہ غوث الثقلین محبوب نورانی حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان میں امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مشہور شعر کچھ اسقدر معنوی خوبیوں کا حامل ہے کہ ایک دیوان پر بھاری ہے ؎

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں

میرے محترم پھوپھا مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند نے اس شعر پر اودھی زبان میں کیا پیاری تضمین فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

مورے داتا، مورے مہراج گرو، مور میاں
جگ دیکھا سدا کچھ اور ہے بتیاں تہماں
توری مہما کا بکھانت ہیں رضا شیخ جہاں
اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں

حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ کا چہرۂ زیبا، امام احمد رضا کی نگاہ میں تین محبوبوں کا آئینہ تھا۔ امام احمد رضا کی بصیرت اس آئینے میں تین محبوبوں کی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ اور خود اپنے ممدوح

کو انھیں تین محبوبوں کا منظر کردہ و پروردہ سمجھ رہی تھی اور ظاہر
ہے کہ یہ تین محبوب خدا کے بھی محبوب تھے۔"

(ایضا ص۴۵۲، ۴۵۳)

۳- مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان
کے پاس ایک سید صاحب آیا کرتے تھے۔ مولانائے محترم
انکے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ انھیں اپنی مسند پر بٹھاتے
اور جب وہ جانا چاہتے جب بھی پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ
دروازے تک پہونچاتے۔ حضرت حجۃ الاسلام کا انکے تعلق سے
ہمیشہ یہی دستور رہا۔ مگر چونکہ وہ سید صاحب داڑھی منڈوانے
کے عادی تھے اس لئے کسی نے استفتاء کر لیا کہ "ایک فاسق
کی تعظیم کیسی ہے؟" اس سوال کے جواب میں برجستہ حجۃ الاسلام
نے اپنے زیر تربیت رہنے والے مفتی سے کہا کہ لکھدو کہ "اگر
وہ سید ہے تو اس کی تعظیم واجب ہے۔ تعظیم نسبت کی، کی جاتی
ہے اور نسبت کبھی فاسق نہیں ہوتی۔ کس قدر عشق برس رہا ہے
اس جواب سے"

(ایضا ص۴۵۵)

۴- خانوادۂ رضویہ اور دائرۂ شاہ اجمل کے باہمی روابط کے تحت حضرت مولانا شاہ
سید احمد اجملی سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل الہ آباد ارشاد فرماتے ہیں:

"پہلا ربط یہ ہے کہ انکے والد محترم مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ
اور میرے والد حضرت مولانا سید نذیر احمد اجملی الہ آبادی بے حد

اچھے دوستوں میں تھے۔ چنانچہ جب حضرت مولانا سید شاہ محمد بشیر الہ آبادی سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل الہ آباد و آستانہ جنیدیہ شہر غازی پور و آستانہ حضرت سید شاہ ولی سکندرپوری ضلع بلیا کا ۱۹۱۸ء میں وصال ہوا تو آپکی تعزیت کیلئے حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ میرے والد حضرت مولانا سید نذیر احمد اجملی الہ آبادی کے پاس تعزیت کے سلسلہ میں الہ آباد تشریف لائے۔

(ایضاً ص ۲۵۶)

چند سطور بعد:

"جب آپ رسم تعزیت ادا فرما رہے تھے۔ آپکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جیسے اپنے مربی اور بزرگ کی موت پر آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔"

(ایضاً ص ۲۵۷)

مزید فرماتے ہیں:

"اولاد رسول سے انھیں (یعنی حضرت مفتی اعظم ہند کو) اپنے والد کی مانند محبت تھی۔ سادات کرام کا وہ جس جذبے سے استقبال کرتے تھے، جس محبت سے ملتے تھے اب شاید اسکی نظیر نہ مل سکے۔ عشق رسول نے ہی حضرت مولانا احمد رضا علیہ الرحمۃ کو بریلی کی سرزمین سے اٹھا کر شہرت کے آسمان پر چمکا دیا اور عشق رسول و اولاد رسول نے ہی حضرت مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ کو وہ شہرت دوام عطا کی جو مشکل ہی سے کسی کو ملتی ہے۔"

(ایضاً ص ۲۵۸)

۵۔ مفتی عبدالمنان مبارکپوری ارشاد فرماتے ہیں :

"اس وقت لوگوں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ حضور مفتی اعظم ہند نے بابو میاں سے فرمایا۔ صاحبزادے آپ ذرا کھڑے ہوجائیں۔ نہ تو بابو میاں یہ سمجھے کہ کیوں یہ حکم ہو رہا ہے، نہ مجلس میں بیٹھنے والے ہی۔ مگر جب حکم پاکر بابو میاں کھڑے ہوئے تو حضور مفتی اعظم ہند نے بآں شان وجلال، بہ آں عظمت و تقدس و بہ آں ریش سفید و رفعت پیری، ایک سبزہ آغاز نوجوان (بابو میاں) کا پیر دونوں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ ڈبڈبائی آنکھیں انکے چہرہ کی طرف اٹھاکر فرمایا۔ صاحبزادے ہم تو آپ کے غلام و خانہ زادے ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے آپکے ہی جد کریم کا دیا ہوا ہے۔ ہم نے شروع میں جو کیا آپکے ہی جد کریم کی بجا آوری اور انھیں کے دین کا پرچم بلند کرنے کیلئے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک چاکر اپنے مالک کے پاؤں پکڑ کر اس سے معافی مانگ رہا ہے۔"

(ایضا ص ۷۵، ۷۶)

۶۔ شہزادۂ خانوادۂ برکات حضرت مولانا سید امین میاں قادری مارہروی ارشاد فرماتے ہیں۔

" ان کی (یعنی حضور مفتی اعظم کی) زندگی عاشق رسول کی زندگی تھی۔ بے عمل سیّد کو بھی سرہانے جگہ دیتے تھے اور صرف اس نسبت کی وجہ سے جو اسے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔"

(ایضا ص ۱۳۸)

٧ - حضرت علامہ سید محمد قائم قتیل درناپوری فرماتے ہیں :

" ایک جلسہ میں ایک بار وہاں میں بخار میں مبتلا ہو گیا ۔
حضور مفتی اعظم مجھے وہاں سے اپنے مدرسہ میں لے آئے اور
بذات خود میری اتنی خدمت کی کہ میں آج تک شرمندہ ہوں
سادات پرستی اس خاندان کا پانچواں عنصر ہے "

(ایضا ص ١٧٢ ، ١٧٣)

٨ - مولانا یسین اختر رضوی المجمع الاسلامی مبارکپور فرماتے ہیں :

" سادات کرام سے بھی بے پناہ عقیدت تھی ۔ تیسرے سفر
حج ١٣٩١ھ میں آپکو معلوم ہوا کہ خانوادہ حضرت غوث الاعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک بزرگ حضرت سید عبدالمعبود الجیلانی
البغدادی جنکی عمر اس وقت ایک سو انچاس ١٤٩ سال کی تھی وہ
مکہ مکرمہ میں قیام پزیر ہیں آپ بصد شوق انکی خدمت میں
حاضر ہوئے اور کمرے میں پہونچے ۔ سید صاحب استقبال کے
لئے اٹھنے لگے تو آپ نے ان کا قدم چوم لیا "

(ایضا ص ٣١٠ ، ٣١١)

مزید فرماتے ہیں :

" احترام سادات کا ایک دوسرا واقعہ بھی نہایت ایمان افروز
ہے ۔ انتقال کی شب جبکہ لوگ تیمارداری میں مصروف تھے
ایک سید صاحب بھی وہاں تھے اور وہ بھی انکی خدمت میں لگے
ہوئے تھے کہ اچانک آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا ۔ "یہاں
کوئی سید صاحب ہیں ؟ " مجھے خوشبو محسوس ہو رہی ہے ۔

لوگوں نے عرض کیا، جی حضور! فلاں سید محمد حسین صاحب ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدمت کر کے مجھے گنہگار نہ بنائیں۔ آپ صرف میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں اور بس!

(ایضاً ص ۳۱۱، ۳۱۲)

۹۔ مولانا سبطین رضا بریلوی فرماتے ہیں:

وابستگان مصطفیٰ سے محبت اور انکے احترام کا یہ عالم کہ اگر کوئی سیدزادہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے تو اپنی شان مشیخیت و مقام و منصب کا لحاظ کئے بغیر اسکی راہوں میں اپنے قلب و نظر کا فرش بچھانے کو اپنی فیروز بختی سمجھتے ہیں اور انکے ساتھ ایسے ادب و احترام کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ دیکھنے والے انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔

(ایضاً ص ۳۶۶)

۱۰۔ شیخ طریقت حضرت علامہ سید نعیم اشرف اشرفی جیلانی ارشاد فرماتے ہیں:

"خانوادۂ اشرفیہ کا ایک جواں سال فرد ۱۹۵۰ء کو بسلسلۂ عرس عظیم المرتبت اعلیٰ حضرت بریلی شریف حاضر ہوا اور حضرت مفتی اعظم کے حضور پہونچا۔ لوگ بہت تھے۔ سلام کر کے جہاں جگہ پائی بیٹھنا چاہتا تھا کہ فرزند جلیل اعلیٰ حضرت نے اس کو مخاطب فرمایا اور ارشاد ہوا۔ قریب آئے، نام پوچھا اور مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا۔ گرامی قدر ہاتھوں کو بوسہ دینے کیلئے اس نے سر جھکایا تھا کہ عظیم باپ کے بیٹے نے عجلت سے ہاتھ چوم کر چھوڑ دیا۔ وہ جوان ششدر و حیران

کچھ دیر بیٹھ کر قیام گاہ چلا گیا "

(ایضا ص۴۵۸)

۱۱۔ مولانا معراج مسعودی فرماتے ہیں:

"یہ حقیقت ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑی عظیم خوبیوں کا مالک بنایا تھا لیکن اس کے باوجود بھی وہ آل رسول کا اسقدر احترام فرماتے کہ جس کو دیکھکر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی "

(چند سطور بعد)

"جونہی ان دونوں بچوّں نے حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کے پائے مبارک دبانے کیلئے ہاتھ رکھا۔ آپ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا، بچو تم آل رسول ہو۔ میں ایک گنہگار ہوں۔ مجھے اور گنہگار نہ کرو۔ تمھارا احترام میرے لئے لازم ہے "

(ایضا ص۴۶۶)

ایک اور چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں

"اس کے باوجود بھی حضور مفتی اعظم ہند نے آپ کا (یعنی علامہ سید غازی ربانی باندوی کا) ہاتھ پکڑ کر اپنے سر مبارک پر رکھ لیا اور فرمایا کہ یہ میری خواہش ہے۔ یہ عقیدت تھی آل رسول سے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی جو احادیث مقدسہ کے مطابق تھی "

(ایضا ص۴۶۸)

۱۲۔ خود حضرت مفتی اعظم ہند اپنے وکالت نامہ حاضری غریب نواز میں ایک عقیدت مند

اور رضوی سید کو اپنے قلم سے " مخدوم و محترم " لکھا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں

" میں خادم آستانہ غریب نواز مخدوم محترم ذی المجد والکرم جناب قادری چشتی مولوی سید احمد علی رضوی وکیل جارودہ "خانقاہ مفتی اعظم ہند" ، رضوی گلی اجمیر شریف کی وکالت سے حاضر آستانہ ہوتا رہا ہوں ۔"

(ایضاً ص ۱۶۰)

۱۳ ۔ حضرت ولی عہد آستانہ اشرفیہ سرکار کلاں فرماتے ہیں ۔

" حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا رسول کریم کی آل نیچے (یعنی اسٹیج کے نیچے) ہو اور میں اوپر بیٹھوں یہ مجھ سے کبھی نہیں ہو سکتا ۔"

(ایضاً ص ۴۵۶)

۱۴ ۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں :

" مفتی اعظم کی خاموشی نے وہ گویائی عطا فرمائی کہ گوشے گوشے سے آواز آنے لگی کہ عشق مصطفیٰ اور احترام سادات ہی دین و دنیا کی فیروزمندی اور نجات کا واحد ذریعہ ہے ۔

آخر میں آئیے حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب المعروف بہ رحمانی میاں مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ رضویہ کے اس مکتوب کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے جو انھوں نے میرے والد بزرگوار حضور صاحب سجادہ آستانۂ عالیہ اشرفیہ سرکار کلاں کے نام سے روانہ کیا تھا جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ رسول و آل رسول سے بے پناہ عشق و محبت

رضوی گھرانہ کا عظیم سرمایہ ہے۔

محترم المقام، تقدس مآب حضرت شہزادۂ غوث الثقلین سجادہ نشین دامت برکاتہم العالیہ ــــ مؤبانہ قدم بوسی عرض

حضور والا نے خانوادۂ رضویہ پر کرم فرمایا کہ حضرت جد امجد مفتئ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے جنازے میں شرکت فرماکر نماز جنازہ پڑھائی۔ احترام سادات و اولاد حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانوادۂ رضویہ کا طرۂ امتیاز رہا اور حضور مفتئ اعظم ہند کی خواہش بھی یہی تھی کہ انکی نماز جنازہ کوئی آل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرمانے کی زحمت گوارا فرمائے۔ حضور والا کی تشریف آوری دوہری سعادت کا باعث ہوئی کہ حضور مفتی اعظم ہند کی نماز جنازہ نہ صرف آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ شہزادہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا فرمائی ــــ خانوادۂ رضویہ اس کے لئے حضور والا کے بے حد ممنون ہیں۔

اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والے ان کے آداب محبت کو اپنی زندگی کا جزو بنانے کی کوشش کریں۔ اور صرف زبانی دعوؤں سے فلاح آخرت کا خواب نہ دیکھیں۔

(ایضا ص ۲۵۷)

۱۵۔ مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی رکن المجمع الاسلامی مبارکپور، سادات کرام کی بارگاہوں میں ان حضرات کی غلامی و وفاداری کی وجہ بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"یہ حضرات ان ارشادات کو پیش نظر رکھتے تھے۔

لَا تَؤُمُّوْا قُرَیْشًا وَّ ائْتَمُّوْهَا وَلَا تُعَلِّمُوْا قُرَیْشًا وَّ تَعَلَّمُوْا مِنْهَا، فَاِنَّ اَمَانَةَ الْاَمِیْنِ مِنْ قُرَیْشٍ تَعْدِلُ اَمَانَةَ اَمِیْنَیْنِ ۝

(ترجمہ) قریش کو اپنا تابع نہ بناؤ، انکی اتباع کرو۔ قریش پر دعویٰ استادی نہ رکھو اور انکی شاگردی کرو کہ قریش میں ایک امین کی امانت دو امینوں کے برابر ہے (حدیث نبوی۔ ابن عاکر بروایت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ)

قاضی القضاۃ مولانا شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہ رسالہ مناقب السادات میں فرماتے ہیں۔ ہر کہ پیش شاگرد پدر خود خواند شاگرد نباشد و اورا نشاید کہ بنظر استادی نگرد، از آنکہ نعمتے کہ اورا از پدرش رسیدہ بود ہماں نعمت بہ پسرش رسانیدہ امین و مبلغ باشد نہ ولی نعمت۔ فَهِمَ مَنْ فَهِمَ وَجَهِلَ مَنْ جَهِلَ

(ترجمہ) جو اپنے باپ کے شاگرد سے پڑھے شاگرد نہ ہوگا، پڑھانے والا اپنے کو استاد نہ سمجھے اور اسے نظر استادی سے نہ دیکھے کیونکہ جو نعمت اس کے والد سے ملی تھی وہی اس کے فرزند کو پہونچا کر وہ امین و مبلغ ہوا۔ محسن و آقائے نعمت نہ ہوا۔ جس نے سمجھا، سمجھا۔ جو نادان بنا، نادان رہا۔"

(ایضاً ص ۲۳۱)

۱۶۔ خود اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

"سنی سید کی بے توقیری سخت حرام ہے۔ صحیح حدیث میں ہے۔

ستة لعنتهم لعنهم اللہ وکل نبی مجاب المفرائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمستحل من عترتی ماحرم اللہ (الحدیث)

چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی۔ اللہ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا قبول ہے۔ از انجملہ ایک وہ جو کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھائے اور وہ جو خیر وشر سب اللہ کی تقدیر سے ہونے کا انکار کرے۔ اور وہ جو میری اولاد سے اس چیز کو حلال رکھے جو اللہ نے حرام کی۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ من لم یعرف حق عترتی فلاحدی ثلث اما منافق واما ولد زانیۃ واما حملتہ امہ غیر طھر۔ جو میری اولاد کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں میں ایک سے خالی نہیں۔ یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیفی بچہ"۔

(فتاوی رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۱۳۱)

۱۷۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت ببانگ دہل اعلان فرماتے ہیں۔

"میں سیدوں کا غلام ہوں"

(سوانح اعلیٰ حضرت از مفتی بدرالدین احمد رضوی ص ۳۲۴)

یہی وجہ ہے کہ جب بھی اکابر بریلی پر حملہ ہوا۔ یا۔ کسی نادان نے ادنی سی نادانی بھی کی تو سادات کچھوچھہ مقدسہ میں سے کوئی نہ کوئی اٹھا اور اپنی تقریر یا تحریر سے دفاع کا خوشگوار فریضہ انجام دیا۔ اس کی تازہ ترین مثال ہے مفتی عبدالمنان کی نادانی اور شہزادۂ محدث اعظم ہند حضرت سید حسن مثنیٰ اشرفی جیلانی کی حق گوئی۔

ہوا یوں کہ مئی ۱۹۸۳ء کے ماہنامہ استقامت کانپور کی خصوصی اشاعت "مفتی اعظم ہند نمبر"

میں ایک مضمون بعنوان " مفتی اعظم کا تقویٰ اور متشرع زندگی " شائع ہوا ہے۔ اس میں حضور مفتی اعظم ہند کے تعلق سے کہیں عامیانہ، کہیں سوقیانہ اور کہیں غیر عاقلانہ باتیں لکھ ڈالیں۔ مثلاً

۱۔ مفتی اعظم کا غیر معمولی علمی کارنامہ، عظیم بزرگی اور خدارسیدگی باعث کشش نہیں تھی۔

۲۔ بھاگل پوری عمامہ، چکن، کرتا، سنگھائی، پولسٹر، رنگین صدری، پھولوں کا ہار، پیجامہ، چھالٹی، ٹیریکاٹ، جسم، رنگ، زانو، تعویذ کی لکریں اور پھاڑنا ہی دیکھتے رہے۔

مفتی مبارک پور کے پیش کردہ خیالات سے جب تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند کی قرار واقعی عظمت پر اثر پڑنے لگا۔ تو کسی کا انتظار کئے بغیر کچھوچھہ مقدسہ سے شہزادہ محدث اعظم مفکر ملت سید حسن مثنیٰ اشرفی جیلانی نے عظمتِ مفتی اعظم کی حفاظت وصیانت کیلئے قلم اٹھایا۔ ملاحظہ فرمائیے " مفتی مبارکپو معلم نما متعلم " یہ کتاب تقریباً گیارہ سال قبل یعنی ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی اب تک جواب کا انتظار ہے۔

حضرت مفکر ملت ارشاد فرماتے ہیں۔

" حضور مفتی اعظم ہند جیسی عبقری اور قدآور شخصیت کے وہبی اور کسبی محاسن کے عنوان کے تحت مفتی مبارکپور نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ امتحان گاہ کے کسی معلم نما متعلم کی ذہنی ساخت سے بہت مشابہ ہے۔

انھوں نے اپنی تمام تر توجہ " قامت کی دلکشی " ناک نقشہ اور چہرہ مہرہ کی دلربائی، رنگ و روغن کے حسن، اعضاء کی موزونیت، عادات و اطوار کی لطافت اور شخصیت کی دلآویزی پر مرکوز کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی کے

ساتھ "رجوع عام" اور "اظہار شوق" کو "ذکر برائے ذکر" کے خانے میں رکھا ہے۔ اسی ضمن میں انھوں نے حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی چال ڈھال، دستر خوان پر کھانے کا انداز، بستر پر آرام کرنے کی ادا اور نماز کا منظر بھی عجیب و غریب پیرائے میں پیش کیا ہے ـــــ صفحہ ۶۴ پر فاضل مضمون نگار نے اپنا ایک واقعہ بھی لکھا ہے اور خود ہی اپنی ایک اضافی خوبی کا تعارف کرایا ہے:

"ایک دفعہ مئو اسٹیشن پر اپنے ساتھ کھانے پر بٹھالیا۔ میں اپنی عادت کے موافق لمبے لمبے ہاتھ مارنے لگا اور حضرت اپنی عادت کے موافق تناول فرمانے لگے۔ تھوڑی دیر میں مجھے احساس ہوا کہ میں حضرت کے ساتھ کھانے کے لائق نہیں اور حسن وادب کے ساتھ کھانے کا سلیقہ بھی ایک فن ہے۔"

مفتی مبارکپور کے صرف دستر خوان ہی پر "لمبے لمبے ہاتھ مارنے" پر ناظرین حیران و ششدر نہ ہوں بلکہ ان کا یہ سلسلہ جلسوں کے اسٹیج تک بھی پہونچ جاتا ہے۔ وہ خود ہی لکھتے ہیں:

"اگر مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ اسٹیج پر ہیں تو کیا مجال ہے کہ کوئی مقرر ایسی بد احتیاطی کر کے گزر جائے اور آپ امر بالمعروف نہ فرمائیں۔ کئی بڑے خطبا رسے تو بر سر منبر انھوں نے توبہ تک کرائی۔ خود اپنی زندگی میں مجھے دو مرتبہ ایسی

سرزنش سے پالا پڑا ہے۔ توبہ تک کی نوبت البتہ نہیں آئی (ص ۲۳)

مجھے کہنے دیجئے کہ مفتی مبارکپوری نے اپنے " دوسرے احساس " کو دیدہ و دانستہ چھپا رکھا ہے۔ انھوں نے اپنا "پہلا احساس " تو ظاہر کر دیا ہے

" میں حضرت کے ساتھ کھانے کے لائق نہیں اور حسن وادب کے ساتھ کھانے کا سلیقہ بھی ایک فن ہے"

لیکن ان کا دوسرا احساس بھی بظاہر پوشیدہ ہونے کے باوجود اہل دانش پر عیاں ہوگا اور اسے فاضل مقالہ نگار کے طرز خاص میں یوں ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ :

" میں حضرت کے ساتھ جلسوں میں تقریر کرنے کے لائق نہیں اور فکر و لسان کی سلامتی کے ساتھ تقریر کا سلیقہ بھی ایک فن ہے"

اس سلسلے کا ایک آخری اقتباس ملاحظہ کیجئے جو تین کالموں پر مشتمل ہے۔

" میں نے ان کو بیٹھکر تعویذ لکھتے ہوتے دیکھا ہے۔ اور بیشتر اوقات وہ تعویذ ہی لکھتے رہتے تھے۔ سر پر قیمتی بھاگلپوری عمامہ، جسم پر قیمتی چکن کا نہایت صاف کرتہ، اس پر سنگھائی، پولسٹر یا قیمتی کپڑے کی رنگین صدری، گلے میں گلاب کے پھولوں کا خوشنما ہار، پیر میں علی گڈھی پیجامہ، جو چھالٹی کا بھی ہوتا اور ٹیریکاٹ کا بھی، جتنا جسم کپڑے سے باہر ہوتا نہ چونے کی طرح سفید نہ گیہوں کی طرح سرخ۔ بلکہ سفید گیہوں کی طرح دودھیا اور چہرے پر ایک خاص قسم

کی چمک ...... بایاں زانو زمین پر رکھا ہوا اور دایاں کھڑا ہوا۔ اسی پر رکھکر تعویز لکھتے رہتے تھے۔ کاغذ پر تعویز کے خانوں کی لکیر لوگ بائیں سے کھینچتے ہیں آپ داہنے سے ہی بلاتکلف نہایت صاف سیدھی لکیریں بناتے تھے۔ کاغذ پھاڑنے کیلئے اس کو موڑنے اور نشان ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ تعویز مکمل ہوگیا تو دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کے اشارے سے اور بائیں ہاتھ سے کاغذ دبا کر، جہاں سے ضرورت ہو بقیہ کاغذ آہستہ آہستہ الگ کر لیا اور کاغذ کبھی بے قاعدہ یا غلط نہیں پھٹتا تھا...... حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے کبھی بھی عمامہ اہتمام سے باندھتے نہیں دیکھا، باندھنے کے بجائے اسکو لپیٹنا کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ مگر زندگی میں کم لوگوں کو دیکھا جن کے سر پر عمامہ اتنا خوبصورت معلوم ہوتا ہو ــــ (ص ۶۲)

مذکورہ بالا اقتباس شاہد ہے کہ فاضل مضمون نگار نے حضور مفتی اعظم کے تقوی اور متشرع زندگی کے ساتھ غیر متعلق اور بے محل طویل باتوں کو مخلوط کر کے " مدح آمیز قدح " کی داغ بیل ڈالی ہے۔ اور یہی انکی وہ مخصوص صلاحیت ہے جس سے انکے مزاج آشنا ہمیشہ خوف زدہ رہے۔ اسی مضمون میں ایک جگہ مفتی مبارکپور صاحب اور کھلے لفظوں میں اقرار کرتے ہیں :۔

" خود میری وارفتگی اور گرویدگی کا سبب حضرت کا کوئی

غیر معمولی علمی کارنامہ، یا انکی عظیم بزرگی اور خدارسیدگی نہیں ہے۔ مجھے پہلے سے اتنا معلوم تھا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ مگر جب دیکھا تو یہ ان کی شخصیت کی دلکشی ہی تھی جس نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا۔" (ص۶۲)

مفتی مبارکپور کی وارفتگی اور گرویدگی کا سبب جان کر میرے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ "مدح آمیز قدح" کی مثال اس سے بہتر اور کہاں ملے گی کہ ممدوح کے غیر معمولی علمی کارنامے، عظیم بزرگی اور خدارسیدگی کو علیحدہ کر کے اسکی شخصیت کو دلکش باور کرایا جائے! مفتی مبارکپور مجھے معاف کریں کہ اس تحریر سے قبل میں بھی انھیں "بحرالعلوم" گنج ... اور کان ... سب کچھ مانتا تھا۔ لیکن انکی فکری سلیقہ مندی کے فقدان اور طرز تحریر کی ناہمواری سے کم از کم مجھے یہ توقع نہ تھی کہ وہ تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے تقوی اور متشرع زندگی کے عنوان کے تحت غیر سنجیدہ اور سطحی اظہار خیال کریں گے۔ جو واقعی کسی معلم نما متعلم کی ذہنی ساخت سے مشابہ ہوگا!

علمائے نفسیات نے شخصیت کی تعمیر و تخلیق کے سلسلے میں جن عوامل کو مرکزی اور بنیادی حیثیت دی ہے۔ میں انھیں چھیڑ کر نہ تو مضمون کو طویل کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی ناظرین کے اذہان کو بوجھل بنانے کا خواہشمند ہوں۔ البتہ اتنی صاف اور سامنے کی بات ضرور عرض کروں گا کہ غیر معمولی علمی کارنامے،

عظیم بزرگی اور خدا رسیدگی ہی کی بنیادوں پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی عظیم شخصیت کی عمارت کھڑی ہے۔ ان اوصاف جلیلہ وجمیلہ کو یکسر نظر انداز کر دینے کے بعد اب اگر کوئی ایک خیالی پیکر حسین بنائے تو وہ اس کا اپنا ممدوح تو ہو سکتا ہے۔ لیکن اس " پیکر حسین " کو اسلامی دنیا " تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند حضور مولانا الحاج مصطفیٰ رضا خانصاحب " کی ذات گرامی سے منسوب نہیں کر سکتی۔

(مفتی مبارکپور از مفکر ملت علامہ سید حسن مثنیٰ اشرفی جیلانی ص۴ تا ص۹)

اس سے قارئین کرام نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ کچھوچھہ مقدسہ کے علماء، مشائخ اور دانشوروں کی موجودگی میں اگر کسی نے اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم جیسے اکابر بریلی پر انگلی اٹھائی تو بعجلت ممکنہ اس کی سرکوبی تقریر یا تحریر سے انشاء اللہ تعالے ضرور کی جائے گی۔ اس حقیقت پر پوری صدی گواہ ہے ——————

ہم حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور انکے دو صاجزادے حضرت یزید بن ابی سفیان اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو دل وجان سے مانتے ہیں۔

مگر ان کے پوتے " یزید بن معاویہ " کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے۔

ٹھیک اسی طرح ہم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

اور انکے دو صاجزادے حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم کو دل وجان سے مانتے ہیں۔

مگر ان کے پوتے " اختر رضا خاں " کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے۔ جب تک وہ رجوع الی الحق نہ کر لیں۔

۱۔ ازہری صاحب کی تکفیر انکے استاد، انکے حقیقی بڑے بھائی، اعلیٰ حضرت کے سجادہ نشین نے کی ہے۔

۲۔ انکو امرد پرست مردوں کا لقمۂ تر قرار دیا ہے

۳۔ ازہری صاحب نے اس تکفیر کا اعتراف خود کیا ہے۔ اور اسے جانشین اعلیٰ حضرت کی طرف لوٹایا ہے

۴۔ اور بقول مولانا انتخاب قدیری فاضل مراد آبادی

" میں نے تو اپنے اخبار میں چھاپ دیا ہے کہ پہلا یزید حضرت معاویہ کا بیٹا ہے۔ جسے بعض لوگوں نے کافر کہا، بعض نے مسلمان کہا۔ دوسرا شخص اسمٰعیل دہلوی ہے جسے بعض مسلمانوں نے کافر کہا ہے اور بعض نے مسلمان کہا اور تیسرا یزید " اختر رضا خاں بریلوی " ہے جسے اسکے سگے بڑے بھائی نے کافر کہا ہے اور کچھ لوگ مسلمان بھی کہتے ہیں۔ جسے کچھ مسلمان کہیں کچھ کافر کہیں۔ ایسا شخص یزید ہوتا ہے آپ کی بھاشا میں۔ پہلے مولانا اختر رضا خاں کو چاہئے کہ اپنی پوزیشن صاف کریں۔

(تحفۂ نور برائے بریلی اور ناگپور ص۳۲)

ایک دوسرے مقام پر علامہ قدیری صاحب فرماتے ہیں:

" ایسے ہی اگر اعلیٰ حضرت کے خاندان میں ایک ایسا شخص پیدا ہو گیا ہے جس کو اس کے بڑے بھائی نے کافر لکھا ہے تو ہمارا ابھی اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ تاوقتیکہ پوزیشن کلیر ہو کے نہ آجائے۔ ہم کف لسان کریں گے، خاموش

رہیں گے، نہ مسلمان کہیں گے نہ کافر کہیں گے "
(ایضاً ص۳۳)

ازہری صاحب کے علاوہ اگر کوئی سیدزادہ بھی ان مذکورہ الزامات کی زد میں ہوتا تو ہمارا رویہ اس کے ساتھ بھی ایسا ہی رہتا۔ اس پر بھی رجوع الی الحق کا وہی دباؤ ڈالتے جو اکابر کچھوچھہ و بریلی کے طرز عمل سے ظاہر ہے۔

استقامت کانپور کے مفتی اعظم ہند نمبر میں سید ظفر الدین عرف بابو میاں کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ ان پر الزام تھا کہ ان کے باپ دادا دیوبندیوں کے حامی تھے۔ مفتی اعظم نے بابو میاں کے سلام کا جواب دیا نہ ہی مصافحہ کیا۔
لیکن جیسے ہی بابو میاں نے رجوع الی الحق کیا
پھر تو مفتی اعظم نے ان کا پیر پکڑ لیا اور فرمایا۔ صاحبزادے ہم تو آپ کے غلام اور خانہ زادے ہیں "۔ (ص۵۵)

ٹھیک اسی طرح میں اعلان کرتا ہوں کہ ازہری صاحب بھی اپنے مبینہ کفر اور فسق و فجور سے توبہ کر لیں۔ تو وہ بھی مجھے حضور مفتی اعظم ہند کی تعلیم کے مطابق ہی پائیں گے۔ اور پھر انکو میں خود سلام کروں گا، گلے لگاؤں گا، شریعت کے تقاضے کے سوا میری کوئی منشا نہیں۔

قارئین کرام! راقم الحروف نے " لفظ کملی پر مولانا اختر رضا خانصاحب کے شبہات کا ازالہ " میں عرض کیا تھا کہ

" حضور مفتی اعظم ہند کے زمانے میں بھی اختلافات تھے مگر ہر ایک نفس مسئلہ پر ہی اظہار خیال کرتا تھا مگر ازہری صاحب نے ذاتیات پر حملہ کا دروازہ کھلوایا اور نوبت بایںجا

رسید کہ کتابوں کے نام بھی ایسے رکھے گئے جس میں ذات پر کھلا حملہ ہو مثلا

"کنز الایمان پر علامہ مدنی میاں صاحب کے شبہات کا ازالہ"

حالانکہ سچائی یہ ہے کہ کنز الایمان پر کسی سنی مسلمان کو بھی شبہہ نہیں ہے چہ جائیکہ شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میانصاحب کو شبہہ ہو ملاحظہ فرمائیں اس پر تفصیلی بحث سعئ آخر ص ۱۹ سے ص ۵۶ تک ۔ پتہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

کنز الایمان جو قرآن پاک کا صحیح ترین ترجمہ ہے اس پر علامہ مدنی میانصاحب کے شبہات لکھنا ۔ ایک گھنونا الزام، ایک بدترین اتہام اور ایک بے ہودہ اقدام ہے ۔ آج تک بریلی شریف نے اس بدتمیزی پر مصنف کو تنبیہ نہیں کی ۔ کتاب کے سرورق پر شیخ الاسلام کو نامزد کر کے نامزدگی میں پہل کی ہے ۔ لہذا اب کوئی بھی کچھوچھا مقدسہ کو اس طرح کی نامزدگی سے نہ روکے اور تیار ہو جاتے پڑھنے کیلئے ۔

"لفظ کملی پر مولانا اختر رضا خانصاحب کے شبہات کا ازالہ"

(ص ۸، ۹)

لیکن دارالعلوم امجدیہ گانجہ کھیت ناگپور کے ماہنامہ سنی آواز کا مدیر ۔ حقائق سے بے خبر ۔ پھر انھی بے بنیاد اعتراضات کو اٹھانا ہے جن کا تفصیلی جواب ۔ "سعئ آخر" میں دیا جا چکا ہے ۔ ملت دیابنہ کی روش تو معلوم ہی ہے وصایا شریف اور الملفوظ وغیرہ پر کئے گئے اعتراضات کا معقول جواب کئی بار دیا جا چکا ہے مگر وہابیوں کا حال یہ ہے کہ ہر بار جواب کو نظر انداز کر کے صرف اعتراضات ہی دہراتے رہتے ہیں ۔ گانجہ کھیت

کے مولانا کا بھی یہی حال ہے تفصیلی جواب کے باوجود، اعتراض دہرانا گر وہی عصبیت اور تحقیق حق سے محرومیت ہے اب جبکہ امجدیہ نے پھر اسی اعتراض کو اٹھایا ہے جسکا جواب دیاجاچکا ہے تو پھر وہی جواب نذر ناظرین ہے۔

پہلے مدیر سنی آواز گانجہ کھیت کا اعتراض ملاحظہ ہو۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"ہمارے نزدیک مولانا نوشاد عالم صاحب حنفی کا عنوان "شبہات کا ازالہ" ہرگز بے ہودہ الزام، بدترین اتہام اور بدتمیزی ہی نہیں بلکہ حقیقت بیانی پر مبنی ہے"——

——(چند سطور بعد)——

واقعہ یہ ہے کہ مولانا نوشاد عالم نے شبہات کی نسبت کرکے اپنے لحاظ رکھنے کا ثبوت دیا ہے مولوی ہاشمی میاں ہزار یہ صفائی دیتے رہیں کہ علامہ مدنی میاںصاحب کو کنزالایمان کے ترجمہ پر کوئی شبہہ نہیں۔ مگر علامہ مدنی میاں کے یہ الفاظ...... قابل دید خوبی یہ ہے کہ ترجمہ میں ایک لفظ بھی زیادہ نہیں ہے جو قوسین کے درمیان لکھا جائے اور من گھڑت اضافہ کو معنی میں اتصال کا حیلہ بنایا جائے —— صاف گواہی دے رہے ہیں کہ علامہ مدنی میاںصاحب صرف شبہات ہی میں نہیں ہیں بلکہ شبہات سے آگے بڑھکر بہت کچھ کہہ گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ میں قوسین کے الفاظ کو من گھڑت اضافہ کہکر معنی میں اتصال کا حیلہ قرار دینا، علامہ مدنی میاںصاحب کی جس پردانہ کو ظاہر کرگیا ہے وہ شبہات کہنے سے بھی بلند ہے۔

اعلیٰ حضرت امام بریلوی کے ترجمہ قرآن میں قوسین
کے الفاظ کو من گھڑت بتانا اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن
کو عوام وخواص میں کھلے طور پر ناقابل اعتبار قرار دینا ہے
کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے قرآن حکیم کے معنی دل سے
گڑھ کر سمجھاتے ہیں جو فاسد تفسیر بالرائے ہے ۔"

قارئین کرام! یقین نہیں ہوتا کہ یہ تحریر کسی معتبر عالم یا مستند مولوی کی ہو سکتی ہے کیونکہ جو بات شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب نے " ترجمہ تھانوی، قادیانی اور مودودی " کے بارے میں کہی، اسے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی طرف موڑ کے لیجانے والا کوئی ذمہ دار آدمی نہیں ہو سکتا۔ اور اپنی اسی حرکت کو چھپانے کیلئے اس سے متصلاً دوسرا جملہ لکھا ہی نہیں۔ کیونکہ اس جملہ سے پتہ چل جاتا ہے کہ شیخ الاسلام کا اشارہ غیروں کی طرف ہے۔ آپ پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

" دوسری قابل دید خوبی یہ ہے کہ ترجمہ میں ایک لفظ بھی زیادہ
نہیں ہے جو قوسین کے درمیان لکھا جائے اور من گھڑت
اضافہ کو معنی میں اتصال کا حیلہ بنایا جائے۔ یا۔ یہ کہ ترجمہ
کو حد ترجمہ سے نکال کر ترجمانی بنانے کی غیر مستحسن کوشش
کی جائے "۔

اس میں شیخ الاسلام کا اشارہ ان مترجمین کی طرف ہے جنھوں نے اپنے ترجموں میں قوسین کے درمیان من گھڑت اضافے کئے۔ جیسے اشرف علی تھانوی اور غلام احمد قادیانی وغیرہ۔

اور ترجمہ کو حد ترجمہ سے نکال کے ترجمانی بنانے کی غیر مستحسن کوشش کی۔
مثلاً ابوالاعلیٰ مودودی اور عبدالماجد دریابادی وغیرہ ـــــ (سعیٔ آخر ص ۲۵)

۱۔ شیخ الاسلام کا اعتراض قوسین کے درمیان لکھنے پر نہیں ہے بلکہ اس میں من گھڑت اضافہ پر ہے۔

اور چند رضویوں کے علاوہ اکثر لوگ جانتے ہیں کہ کنز الایمان میں کوئی من گھڑت اضافہ ہے ہی نہیں۔ پھر کنز الایمان پر اعتراض کہاں ہوا ؟ اعلیٰ حضرت کی طرف ان جملوں کو موڑنا جو علمائے دیوبند اور وہابیوں کیلئے لکھے گئے ہیں، انتہائی درجہ کی شقی القلبی ہے۔ اب آپ پوری بحث ملاحظہ فرمائیں :

شیخ الاسلام نے اپنے مطبوعہ مضمون میں ترجمہ محدث اعظم ہند کی تین خصوصیات اور ایک تقابل بیان فرمایا ہے ـــــ اور ـــــ تقابل کنز الایمان سے کیا گیا ہے۔ اور ـ ثابت کیا گیا ہے کہ کنز الایمان اگرچہ بالکل صحیح اور محتاط ترجمہ ہے مگر معارف القرآن باوجود صحت واحتیاط کے عام فہم بھی ہے۔

اب آپ شیخ الاسلام کی پوری بحث ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی خوبی

"حضرت قبلہ گاہی نے اپنی تفسیر میں شروع سے لیکر آخر تک اس بات کا خیال رکھا ہے کہ اس سے پڑھے، بے پڑھے سب یکساں طور پر فائدہ حاصل کر سکیں حتی کہ ناخواندہ حضرات کو صرف سنا دیا جائے تو وہ بھی اسکو پورے طور پر سمجھ سکیں یہ ایک ایسی انفرادی خصوصیت ہے جو اس تفسیر کو اردو کی سابق تفاسیر پر ممتاز کردیتی ہے۔ ترجمہ بھی بہت ہی شاندار خوبیوں پر مشتمل ہے جس میں " پہلی خوبی" یہ ہے کہ ہر لفظ کا ترجمہ اسکے نیچے اس طرح درج ہے کہ نہ صرف پوری سورۂ مبارکہ بلکہ ہر آیت بلکہ ہر لفظ کا پورا ترجمہ ہر اردو خواں بھی آسانی سے معلوم کرسکتا ہے۔ کیونکہ ترجمہ کے الفاظ میں وہی ترتیب رکھی گئی ہے جو ترتیب الفاظ سورہ کی ہے۔ پھر اس دشوار التزام کے باوجود اگر آپ محض اردو ترجمہ ہی پڑھیں تو بھی اردو

محاورہ کے خلاف اس کو نہ پائیں گے اور شگفتہ بیانی میں کوئی فرق نہ دیکھیں گے"۔

دوسری خوبی

" دوسری قابل دید خوبی یہ ہے کہ ترجمہ میں ایک لفظ بھی زیادہ نہیں ہے جو قوسین کے درمیان لکھا جاتے اور من گھڑت اضافہ کو معنی میں اتصال کا حیلہ بنایا جائے۔ یا۔ یہ کہ ترجمہ کو حد ترجمہ سے نکال کر ترجمانی بنانے کی غیر مستحسن کوشش کی جاتے۔ یہ ایسی خصوصیت ہے جس سے سابق اردو ترجمے خالی ہیں۔ یہاں تک کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ترجمہ میں مشہور لفظ" شروع کرتا ہوں" ترک کر دیا۔ تاکہ جس طرح قرآن کریم میں اس جملے کا متعلق مذکور نہیں ہے ترجمہ میں بھی نہ لایا جاسکے اور کوئی حاجت بھی نہیں۔ کیونکہ جو مسلمان نیک کام سے پہلے بجائے عربی زبان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنے کے۔ یہ ترجمہ کہہ دیگا تو کافی ہوگا اور اظہار مدعا کیلئے کسی لفظ کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ قرآن کریم کا کوئی لفظ بے ترجمہ رہ گیا ہے۔

تیسری خوبی

"تیسری عجیب وغریب خوبی یہ ہے کہ ترکیب نحوی جو عربی زبان میں اصل الفاظ سورہ کی ہے وہی اردو زبان میں برقرار رکھی گئی ہے۔ مثلاً ایاک نستعین کا عام طور پر ترجمہ کیا جاتا ہے۔" تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بک نستعین کا ترجمہ ہے۔ ایاک ترکیب میں مفعول ہے، جار مجرور نہیں۔ اسی لئے حضرت نے ترجمہ یہ فرمایا: "تیری ہی مدد چاہیں" تاکہ اردو میں بھی ضمیر مفعول مقدم رہ کر افادۂ حصر کرے اور ترکیب میں ادنی تغیر کا بھی وہم نہ ہو۔ تفسیر و ترجمہ دونوں کا مطمع نظر ایک ہی تھا کہ خواندہ ناخواندہ ہر شخص اس سے بحُسن وخوبی فائدہ حاصل کر سکے"۔

(اب کنز الایمان سے تقابل ملاحظہ ہو)

" اسی لئے ترجمہ میں حتی الامکان عربی اور فارسی الفاظ سے اجتناب کیا ہے۔

اور آسان سے آسان ترین لفظ کو اپنایا ہے۔ مثلاً یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء
میں حضرت نے قروء کا ترجمہ بجائے حیض کے ماہواری فرمایا ہے۔ ایسے ہی انا
ارسلنٰک شاھدا میں شاہد کا ترجمہ بجائے حاضر ناظر کے چشم دید گواہ اختیار فرمایا۔
اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ ترجمہ ایسا ہو جو خود آیت کو سمجھا دے قوسین
کے مابین کچھ لکھنے کی ضرورت نہ ہو۔ مثلاً اللہ یستھزئ بھم کا ترجمہ یہ نہیں فرمایا کہ
اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے کہ قوسین کے درمیان " جیسا اسکی شان کے لائق ہے"
کی تشریح کرنی پڑے۔ بلکہ یہ ترجمہ کیا کہ " اللہ خود ذلیل کرتا ہے انھیں"۔ پہلا ترجمہ اگر
چہ بالکل صحیح اور محتاط ترجمہ ہے۔ لیکن حضرت کا ترجمہ باوجود صحت و احتیاط کے عام فہم
بھی ہے۔ حضرت نے اپنے ترجمہ میں لفظ کے نیچے لفظ رکھ دینے سے بھی بڑا اجتناب
کیا ہے۔ بلکہ ہر لفظ کو آسان ترین بنانے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً لکم دینکم ولی دین
کا ترجمہ یہ نہیں کیا ہے کہ " تمھیں تمھارا دین اور مجھے میرا دین"۔ بلکہ یوں کیا ہے۔
" تمھارے لئے تمھارا بنایا دستور اور میرے لئے الٰہی دستور"۔ اسی طرح شگفتہ بیانی
پر بڑی گہری نگاہ رکھی ہے۔ مثلاً ومکروا ومکر اللہ، واللہ خیر الماکرین کا ترجمہ یہ نہیں
فرمایا۔" اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے انکے ہلاک کرنے کی خفیہ تدبیر فرمائی
اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے"۔ بلکہ یوں فرمایا۔" اور سب فریب کھیلے
اور اللہ نے اس کا جواب دیا اور اللہ فریبیوں کا سب سے بہتر جواب دینے والا ہے"۔
ایسے ہی قل انما انا بشر مثلکم کا ترجمہ یہ نہیں فرمایا کہ " تم فرماؤ ظاہری صورت بشری
میں تم جیسا ہوں"۔ بلکہ یہ فرمایا۔" کہدو کہ میں بس چہرہ مہرہ رکھنے میں تمھارے روپ
میں ہوں"۔ اس کے علاوہ اور بہت ساری ندرتیں اس ترجمہ میں ملیں گی۔ مثلاً
الم یجدک یتیما فاویٰ کا ترجمہ حضرت نے یہ فرمایا ہے " کیا نہیں پایا تمھیں در یتیم
تو خود ٹھکانا دیا"۔ اس ترجمہ نے آیت کے مطلب کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا، ارباب

علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ایسے ہی ووجدک ضالا فھدی کا ترجمہ یہ فرمایا ہے۔
" اور پایا تمھیں متوالا تو اپنی راہ دیدی "۔ فقط متوالا میں مستی کردار: جمرت عمل:
استقامت رائے اور قوت فیصلہ کی جو جھلکیاں ملتی ہیں وہ آپ اپنی مثال ہیں۔
یہ ایسا لفظ ہے جو ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق فیض پہونچاتا ہے ۔
پایا تمھیں متوالا، اپنا متوالا، اپنی محبت میں متوالا، اپنی تلاش میں متوالا۔
جہاں چاہیئے کھپا دیجئے۔ اس لفظ کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ اس قدر آسان اور
معنی خیز شاید ہی مل سکے۔ قل اعوذ برب الناس قل اعوذ برب الفلق اور اس کے
امثال و نظائر میں لفظ " قل " کا ترجمہ " دعا کرو " فرمایا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ
حضرت ترجمہ کرتے وقت موقع محل، سیاق و سباق کی خاص رعایت فرماتے تھے۔
بارگاہِ ایزدی میں فرمانے اور کہنے سے بہتر " دعا اور التجا " ہے قل ھو اللہ احد
میں بھی ندرت سے کام لیا ہے۔ اور اس کا ترجمہ یہ نہیں فرمایا۔ " تم فرماؤ وہ اللہ
ہے "۔ بلکہ یہ فرمایا۔ " تم کہتے رہو کہ وہی اللہ ہی یکتا ہے "۔ دونوں ترجموں کو سامنے
رکھیئے پھر آپ کو دوسرے ترجمہ کی اہمیت کا صحیح احساس ہوگا۔ تم کہو اور کہتے
رہو۔ پہلا امر ہے۔ دوسرا امر کے ساتھ ساتھ بیان حالت بھی۔ گویا رسول
آیہ رحمت سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کریں۔ بلکہ
وہ تو ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک وحدانیت پر یقین رکھنے والے ہیں۔
کہاں تک تفصیل کی جائے۔ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ یہ ترجمہ اپنے اندر خصوصی خوبیاں
اس قدر رکھتا ہے جس کی بنا پر اس کو مخاطب کر کے مختصر لفظوں میں کہا جا سکتا ہے

ع بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

حضرت قبلہ گاہی کے اس ترجمہ سے پہلے مجدد مآۃ حاضرہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ
عنہ وارضاہ عنا کا مبارک ترجمہ " کنز الایمان " ہمارے سامنے آچکا ہے۔ جس

نے قرآن فہمی کے سارے باطل اسکولوں کی دھجیاں اڑادی ہیں اور ملتِ اسلامیہ پر ابر رحمت بن کر سایہ گستر رہا۔ لیکن ہمارے اس مجدد کی جملہ تصانیف کی طرح یہ ترجمہ بھی علماء کیلئے مخصوص ہو کر رہ گیا اور اس سے علماء ہی صحیح فائدہ اٹھا سکے۔ میں نے حضرت قبلہ گاہی کے ترجمہ سے تقابل کرتے ہوئے جابجا کنز الایمان کے ترجموں کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کے سمجھنے کیلئے کسقدر بالغ نگاہی کی ضرورت ہے۔ حضرت قبلہ گاہی نے چونکہ امام احمد رضا کے ترجمہ کرنے کے بہت بعد ترجمہ فرمایا ہے اور ترجمہ فرماتے وقت ان کا ترجمہ آپ کے سامنے تھا۔ لہذا آپ کو اس کی ساری معنوی خوبیوں کو اپنے ترجمہ کے اندر سمونے کا موقع مل گیا۔"

(المیزان دہلی محدث اعظم ہند نمبر اپریل ۱۹۸۷ء ص ۲۷ تا ۲۹ وسعیٔ آخر ص ۲۰ تا ۲۳)

ناظرین کرام! کنز الایمان کے بہت بعد معارف القرآن منصۂ شہود پر آیا۔ لہذا اس نئے ترجمہ کی ضرورت و خصوصیت پر روشنی ڈالنا، اس کی ندرتوں اور خوبیوں کو جو سابق تراجم میں نہیں ہیں بیان کرنا ضروری تھا۔ اور وہی شیخ الاسلام نے کیا۔ اور ایسا کرنے میں شیخ الاسلام تنہا نہیں ہیں بلکہ غزالیٔ دوراں، مظہر اعلیٰ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ نے بھی وجہ بتائی ہے کہ کنز الایمان کے ہوتے ہوئے انھوں نے ایک نئے ترجمۂ قرآن کی ضرورت کیوں محسوس کی۔ وہ فرماتے ہیں:

> اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ایک عظیم شاہکار ہے اور اپنے نہج میں وہ ایک ہی ترجمہ ہے۔ لیکن اسی میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جن کا استعمال آج کل اردو محاورات میں متروک ہے۔" (البیان ص ب اور سعیٔ آخر ص ۴۷)

اسی طرح شیخ الاسلام نے جو وجہ بتائی وہ مختصر الفاظ میں یہی ہے کہ
(کنزالایمان) اگرچہ بالکل صحیح اور محتاط ترجمہ ہے لیکن حضرت
کا ترجمہ (معارف القرآن) باوجود صحت و احتیاط کے عام فہم
بھی ہے"۔

(سعیٔ آخر ص۱۲)

غزالیٔ دوراں نے تو کنزالایمان کے بعض الفاظ کو " آج کل اردو محاورات میں متروک " تک قرار دیا جو حضور شیخ الاسلام نے نہیں کیا۔

آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے ؟

مولانا نوشاد عالم، مولانا مطیع الرحمٰن اور ملازم ماہنامہ کے دجل و فریب اور انکی عیاری و مکاری کو خط کشیدہ جملے بے نقاب کر رہے ہیں اور چیخ چیخ کے کہہ رہے ہیں کہ شیخ الاسلام کے نزدیک

(۱) کنزالایمان بالکل صحیح اور محتاط ترجمہ ہے
(۲) مبارک ترجمہ کنزالایمان ہمارے سامنے آچکا ہے
(۳) کنزالایمان نے قرآن فہمی کے سارے باطل اسکولوں کی دھجیاں اڑا دی ہیں
(۴) کنزالایمان ملت اسلامیہ پر ابر رحمت بنکر سایہ گستر رہا
(۵) کنزالایمان کو سمجھنے کیلئے بالغ نگاہی کی ضرورت ہے
(۶) کنزالایمان کی ساری معنوی خوبیوں کو اپنے ترجمہ کے اندر سمونے کا موقعہ حضور محدث اعظم ہند کو مل گیا۔

ان تحریری اور مطبوعہ حقائق کی موجودگی میں بریلی اور ناگپور کے چند لوگ یہ باطل دعوی کریں کہ شیخ الاسلام نے فاضل بریلوی کے ترجمہ کنزالایمان کو "من گھڑت، ناقابل اعتبار اور فاسد تفسیر بالرائے" قرار دیا ہے ـــــ آخر ایسا گھنونا الزام، بدترین

اتہام اور بے ہودہ الزام چند رضویوں نے " سنی اتحاد " کے کس دشمن کے منشار کے تحت لگایا ہے ؟

ایسا لگتا ہے کہ اس کی پشت پر کوئی — " مایوس، قحط الاکابر کا شکار، سوداگری میں ناکام تضاد فکر وعمل کا نمونہ، حرام اشد حرام بدکام بدانجام کا مرتکب، سلسلۂ عالیہ اشرفیہ کی سدابہاری سے خوفزدہ خاندان اشرفیہ کے علمار و مشائخ سے لرزاں اور حضور شیخ الاسلام کی صورت میں ایک تسلیم شدہ " محقق " کے وجود سے گھبرایا ہوا شخص ہے۔ ایسے رضوی و امجدی کو کون سی سزا دی جائے اس کا فیصلہ امام احمد رضا پر چھوڑتا ہوں۔

آخر کیا ضرورت تھی شیخ الاسلام پر حملہ کرنے کی ؟ انھیں کنزالایمان پر معترض ٹھہرانے کی اور ان پر بے بنیاد الزام لگانے کی ؟ کیا اس لئے کہ موجودہ بریلی کی " سفید " قیادت نے محسوس کیا کہ کہیں ترجمۂ محدث اعظم ہند — " معارف القرآن " سے لوگ اسی طرح متاثر نہ ہو جائیں جس طرح محدث اعظم ہند سے متاثر ہو گئے تھے۔ اور معارف القرآن کی خوبیاں کہیں اہلسنت کے دل و دماغ پر چھا نہ جائیں۔ لہٰذا ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت پہلے شیخ الاسلام پر حملہ کیا گیا کہ وہ کنزالایمان کو غلط سمجھتے ہیں تاکہ معارف القرآن کو بھی غلط، نادرست، وغیرہ کہنے کی گنجائش پیدا ہو۔
یعنی حملہ کرنا چاہتے ہیں ترجمۂ محدث اعظم ہند " معارف القرآن " پر
اور فضا بنا رہے ہیں شیخ الاسلام کے نام پر
ایک اختری کی بے باکی، گستاخی اور بے ادبی کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔
(۱) "جس میں (یعنی معارف القرآن میں) بالقصد ترجمہ کے تمام مقتضیات کا لحاظ نہ کر کے صرف عوام کو سمجھانا ملحوظ رکھا "
(۲) آپ نے یہ ترجمہ نہیں کیا کہ اللہ کے نام سے۔ اس لئے کہ اس ترجمہ میں جہاں

کہیں زبان کا گلا گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے وہیں متکلم کی مراد بھی واضح نہیں ہو پاتی۔"

(۳) "اس ترجمے میں کتنے تغیرات ہیں۔"

(۴) "اس میں (یعنی کنزالایمان میں) اس قسم کا (یعنی جیسا کہ معارف القرآن میں ہے) کوئی فاسد احتمال نہیں۔"

(۵) "ان سارے تکلفات کے بعد بھی جو ترجمہ برآمد ہوا وہ دو جہتیں۔ جن میں سے ایک جہت تو درست ہے مگر دوسری جہت نہ صرف نادرست بلکہ ...."

(۶) "جو نہ صرف غلط بلکہ ...."

(کنزالایمان پر علامہ مدنی میاں صاحب کے شبہات کا ازالہ ص۳، ۱۱، ۱۲)

نوٹ:۔ ووجدك ضالا فهدى کا نہایت شاندار ترجمہ کیا ہے حضور محدث اعظم ہند نے۔" اور پایا تمھیں متوالا تو اپنی راہ دیدی" لفظ متوالا میں مستی کردار، جرأت عمل، استقامت رائے اور قوت فیصلہ کی جو جھلکیاں ملتی ہیں وہ آپ اپنی مثال ہیں۔ یہ ایسا لفظ ہے جو ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق فیض پہونچاتا ہے ۔ پایا تمھیں متوالا، اپنی محبت میں متوالا، اپنی تلاش میں متوالا' جہاں چاہیے کھپا دیجیے۔ اس لفظ کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ اسقدر آسان و معنی خیز شاید ہی مل سکے۔ اور اسی شاندار ترجمے سے سہما ہوا ایک اختری یہ اعتراض کرتا ہے کہ

(۷) "لفظ متوالا کا عمومی استعمال مدہوش یا پاگل یا مخمور کیلئے آتا ہے۔ اس لئے یہ لفظ پورے طور پر شان رسالت کے شایان شان نہیں۔" (ایضا ص۱۵)

قارئین کرام! رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاہد و گواہ ہیں کہ اعلیٰ حضرت سے لیکر مفتی اعظم ہند تک بریلی کا طرۂ امتیاز رہا کہ اس نے اہل باطل کو

بے نقاب کیا۔ انکی تصنیفی خیانتوں کو طشت از دبام کیا۔ انکی مجرمانہ ذہنیتوں کا کچا چٹھا بیان کیا۔ مگر مفتی اعظم کے وصال کے بعد اچانک بریلی سے اکابر کا سایہ بالکلیہ اٹھ جانا خطرناک حد تک نقصان دہ ثابت ہورہا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی قدریں پامال ہورہی ہیں۔ حجۃ الاسلام کی احتیاط مجروح ہورہی ہے اور مفتی اعظم کی دیانت وامانت کے تقاضوں کو فراموش کیا جارہا ہے۔ وگرنہ مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند کو تبرائی الفاظ سے نہ یاد کیا جاتا۔ وہ تو اعلیٰ حضرت سے لیکر مفتی اعظم تک خانوادہ رضویہ کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تھے۔ جماعت اہلسنت کے فیصل تھے۔ مفتی اعظم کے بھی محسن تھے۔ ملک العلماء علامہ ظفرالدین فاضل بہاری کو ان سے خلافت و اجازت حاصل تھی یعنی اکابر اہلسنت کے بھی مرشد تھے اور آج "بے نور علم کا حجاب اکبر" چہرے پر ڈالے ہوئے" بریلی کا ایک نوزائیدہ مفتی بے افتار" حضور محدث اعظم ہند کی توہین، اپنی فاسد طبیعت کی تسکین کیلئے کرنا چاہتا ہے۔ حضور محدث اعظم ہند کے ترجمہ قرآن "معارف القرآن" کو نشانہ بنا کر جس کذب اور دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا ہے وہ آج کے بریلی کی ذہنیت کو بے نقاب کرتا ہے۔ ان کے نزدیک معارف القرآن

"غلط، نادرست، فاسد احتمال والا، زبان کا گلا گھونٹنے والا مبہم، پیراز، تغیرات، خلاف مقتضیات ترجمہ (اور اسکا ایک لفظ پورے طور پر شان رسالت کے شایان شان نہیں"

گالی دینا چاہتے ہیں مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند کو
اور الزام گڑھ رہے ہیں حضور شیخ الاسلام پر
انکے بے لگام اور بے ادب قلم نے اور انکے ذہن کی آوارہ خیالی نے یہ سمجھنے کا

موقعہ نہ دیا کہ وہ غلط اور بے بنیاد باتوں کا سہارا لیکر کس پر حملہ آور ہو رہا ہے ؟

مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند پر

ملک العلماء کے مرشد برحق پر

شہزادۂ سمنان و کچھوچھا پر

فرزند غوث اعظم پر

آل رسول ، اولاد بتول پر

اور قلع برید ، کاٹ چھانٹ کرے المیزان کے محدث اعظم نمبر میں ۔ جسے آج سے تقریباً چھبیس ۲۶ سال قبل پاسبان الہ آباد نے شائع کیا تھا ۔ بدعقیدوں کا رد "بریلی شریف" کے سوداگران کے اکابر کا طرۂ امتیاز تھا ۔ کیا اسے موجودہ سوداگران بریلی نے بھلا دیا ؟ اور صرف اکابر اہلسنت اور سادات کچھوچھا شریف پر حملہ ہی اپنا شیوہ بنا لیا ؟

مطیع الرحمن رضوی جب مفتی اعظم ہند کے مرید و خلیفہ کہلا کر بھی انکے وفادار نہ رہ سکے انکی عزت و آبرو کی پروا نہ کی ، انکی محتاط اور پرہیز گار زندگی کا خیال نہ رکھا تو پھر کسی اور بزرگ اور ولی اللہ کیلئے مطیع الرحمن کے دل میں قدر و منزلت کی توقع ہی عبث ہے ۔ ملاحظہ ہو پیر و مرشد کو بھی غلط بات میں ملوث کرنے کی ناپاک کوشش ـــــ فرماتے ہیں :

> "اس پر کچھ لوگوں نے سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں شکایت پیش کی تو آپ نے ارشاد فرمایا ۔ ابھی مدنی میاں بچے ہیں ۔ حال ہی میں والد محترم کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا ہے جس کا غم تازہ تازہ ہے ۔ اس لئے انھوں نے یہ غلطی کی ہے تو چھوڑ دیجئے جب پڑھ لکھکر ہوشمند

ہوجائیں گے تو امید ہے خود ہی اس کا تدارک کر دیں گے"۔

(ایضاً ص۳)

(۱) کیا ایک زبردست فقیہہ اتنی کچی بات کہہ سکتا ہے؟ کہ باپ کے انتقال کے مہینوں بعد لکھا گیا مضمون اسلئے غلط ہے کہ غم تازہ ہے۔ تو کیا امام احمد رضا کے وصال کے سبب، اس تازہ تازہ غم نے مفتی اعظم ہند سے بھی تحریر میں غلطی کرائی تھی؟ مذکورہ سوء ظنی کا اظہار مفتی اعظم ہند کی زبان سے کروانا، کیا ان کے وصال اور عدم موجودگی سے ناجائز فائدہ اٹھانا نہیں ہے؟

(۲) مفتی اعظم نے معتبر علماء اور مستند فضلاء سے نہیں بلکہ لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر بلا تحقیق و مطالعہ پورا مضمون غلط مان لیا اور اپنی طرف سے وجہ بھی بنا دی کہ لغزش و غلطی کا سبب " وصال والد کا تازہ غم ہے۔ بلا تحقیق صرف لوگوں سے سنکر صحیح و غلط کا فیصلہ کرنا، کیا شرعاً جائز ہے؟

ارشاد ربانی ہے: ولا تقف ما لیس لک بہ علم یعنی جس بات کی تم کو صحیح خبر نہیں اس کے پیچھے نہ پڑو (سنی سنائی باتوں پر نہ جاؤ) (اسلامی افکار ص۱۳)۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں:

مسلمان پر بدگمانی حرام۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان مسئولا۔ اس بات کے پیچھے نہ پڑ۔ جس کا تجھے علم نہیں۔ بے شک کان آنکھ، دل سب سے سوال ہونا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو۔ بے شک کچھ گمان گناہ ہے ــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ایاکم والظن فان الظن اکذب۔ الحدیث۔ گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھکر بری بات ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد دہم ص۶۲)

قرآن وحدیث اور ارشادات امام احمد رضا نے رائے زنی میں جس احتیاط کی تعلیم دی ہے۔ کیا اسے مفتی اعظم ہند نے بقول مطیع الرحمن اختیار کیا ؟ آخر مفتی اعظم کی پاکیزہ زندگی اور انکی سیرت کو مسخ کرنے پر مطیع الرحمن کیوں تُلے ہوئے ہیں ؟ اسی لئے میں نے عرض کیا تھا۔

"ایسی غیر معیاری بات مفتی اعظم ہند سے کہلوانا، صرف ان کے وصال سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔ مفتی اعظم ہند کی طرف منسوب بات ایک طرف تو انکی مجموعی زندگی سے مناسبت نہیں رکھتی اور دوسری طرف وہ درایت کے بھی خلاف ہے"

(۳) جو مضمون آج سے تقریباً چھبیس سال قبل اہلسنت کے مؤقر ماہنامہ پاسبان الہ آباد میں شائع ہوچکا ہو اس کے بارے میں مفتی اعظم کی برسوں مسلسل خاموشی کی کیا وجہ بتائی جائے گی ؟ آخر مفتی اعظم ہند نے کب، کس سال اور پاسبان میں اشاعت کے کتنے سال بعد اس مضمون کو غلط بتایا ؟ اور صرف لوگوں کے کہدینے سے ان کو غلط کہنے اور غلطی کی وجہ بتانے کا حق کیسے حاصل ہوگیا ؟

ناظرین کرام ! اشاعت مضمون ۱۹۶۲ء میں ہوئی اور مفتی اعظم کی طرف منسوب یہ بات کہ مضمون غلط ہے سب سے پہلے مطیع الرحمن نے ۱۹۸۹ء میں چھاپا۔ پورے ستائیس سال بعد۔ حالانکہ ستائیس سال قبل مطیع الرحمن "آمدورفت" کی گردان میں مصروف رہے ہوں گے۔ آخر تقریباً بیس سال مفتی اعظم ہند کی حیات ظاہری میں یہ بات کیوں نہیں شائع کی گئی ؟ اب وصال کے بعد ان کے نام سے فرضی باتیں شائع کرنا، ان کے حق میں اپنی نادان دوستی کا مظاہرہ ہے۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں، سعی آخر)

ناظرین کرام! جب اعلیٰ حضرت کا ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" سامنے آیا تو سابق تراجم کے بالمقابل اس کی خصوصیات بیان کی گئیں ——— اور جب حضور محدث اعظم ہند کا ترجمۂ قرآن "معارف القرآن" سامنے آیا تو سابق تراجم کے بالمقابل اسکی بھی خصوصیات پر شیخ الاسلام نے روشنی ڈالی ——— اگر ——— محدث اعظم ہند کا ترجمہ "معارف القرآن" درحقیقت کنز الایمان کی خوبیوں سے کم ہوتا ــ یا ــ ویسا ہی ہوتا تو محدث اعظم ہند کو ترجمہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کچھ تو مخدوم الملت نے کمی محسوس کی اور اسے دور کرنے کیلئے کنز الایمان کی خوبیوں کو اپنے ترجمہ کے اندر سموتے ہوئے معارف القرآن پیش کیا۔ اگر اس کمی کو ایمانداری سے نہ بتایا جائے تو معارف القرآن ہی غیرضروری ہو جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت، نہ معصوم عن الخطا ہیں نہ منصوص من اللہ اور نہ ہی تحقیق و تدقیق کی آخری کڑی ——— یاد رہے کہ وہ صرف "خاتم انبیاء و مرسلین" ہیں جن سے کوئی بھی کسی معنیٰ میں ان کے جیسا ہو ہی نہیں سکتا ——— اعلیٰ حضرت کو بھی "خاتم علمائے دین" اسی معنیٰ میں سمجھنا زبردست خطا ہے۔

کنز الایمان کے ہوتے ہوئے دوسرا ترجمۂ قرآن پیش کرنے کی ہمت صرف ایک مقدس اشرفی ہی میں پیدا نہیں ہوئی ——— بلکہ ——— ایک مقدس رضوی نے بھی ایسی ہی جرٲت علمی کی ہے اور وہ ہیں ——— امام اہلسنت، غزالیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ

وہ فرماتے ہیں:

> عام طور پر یومیہ تلاوت کیلئے مترجَم قرآن مجید کے جو نسخے مسلمانوں میں مروج ہیں ان میں زیادہ تر لفظی ترجمہ ہے۔ علاوہ ازیں انکی زبان بہت پرانی ہے جس کے الفاظ و محاورات

اس زمانے میں متروک اور غیر مانوس ہو چکے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ایک عظیم شاہکار ہے اور اپنے نہج میں وہ ایک ہی ترجمہ ہے۔ لیکن اسی میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جنکا استعمال آج کل اردو محاورات میں متروک ہے۔ اسلئے ضرورت تھی کہ اس کے منہاج پر کوئی دوسرا ترجمہ بھی سامنے لایا جائے چنانچہ احباب کے اصرار پر یہ ترجمہ شروع کیا گیا۔ جو بحمدہ تعالیٰ پایۂ تکمیل کو پہونچکر ہمارے ناظرین کے سامنے ہے

(البیان صفحہ "ب")

اب مختصر سادہ تقابل ملاحظہ فرمائیں جو امام اہلسنت علامہ کاظمی صاحب نے خود "خصوصیات ترجمہ" کے عنوان کے تحت بیان فرمایا ہے۔ پیش خدمت ہے مجدد ملت کا ترجمہ اور اسی کے ساتھ امام اہلسنت کا ترجمہ ــــ ان کی ہی تحریر کردہ خصوصیت کے ساتھ۔

نمبر شمار	کنز الایمان	البیان
۱۔	رحمٰن و رحیم بہت مہربان اور رحمت والا	رحمٰن و رحیم کا ترجمہ پورے قرآن مجید میں ہم نے "نہایت رحم والا اور بے حد رحم فرمانے والا" سے کیا ہے کیونکہ اس ترجمہ کیلئے ہمارے نزدیک سب سے زیادہ بہتر الفاظ یہی ہیں
۲۔	یٰایھا النبی اے غیب کی	اگرچہ ہم نے لفظ نبی کا ترجمہ ہر جگہ لفظ نبی ہی کے ساتھ کیا ہے لیکن صرف ایک جگہ سورہ انفال کی آیت ع۶۴ میں

نمبر شمار	کنز الایمان	البیان
	خبریں بتانے والے (نبی)	یا ایہا النبی کا ترجمہ کرتے ہوئے قوسین لگا کر لفظ نبی کے کے حسب ذیل پورے معنی لکھدیتے ہیں" اے (بلند رتبہ انسان مبعوث من اللہ ہو کر غیب کی خبریں دینے والے) نبی .. یہ اسلئے کہ قارئین لفظ نبی کے ترجمہ میں جہاں بھی لفظ نبی پڑھیں تو سمجھ لیں کہ لفظ نبی کے مرادی معنی یہی ہیں جو محض اختصار کے پیش نظر ہر جگہ نہیں لکھے گئے۔
۳۔	انّ فی خلق السموٰت والارض ۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں —— للہ ما فی السموٰات وما فی الارض اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔	ہم نے للہ ما فی السموات وما فی الارض جیسی تمام آیات قرآنیہ کے ترجمہ میں لفظ " ارض " کا معنی کرتے ہوئے " زمین " کے بجائے " زمینوں " کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات پیدا فرمائی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا اللہ الذی خلق سبع سموٰت ومن الارض مثلھن۔ اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور ان کی برابر زمینیں۔ (سورہ الطلاق آیت ع ۱۲) ثابت ہوا کہ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں۔ لفظ " ارض " کو مفرد سمجھ کر یہ نہ کہا جائے کہ یہ واحد ہے۔ اسلئے زمینوں کے لفظ سے اس کا ترجمہ صحیح نہیں، کیونکہ لفظ ارض میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ وہ اسم جنس ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ ایسی جمع ہے جس کا کوئی واحد نہیں —— قاموس میں ہے —— الارض مؤنثۃ اسم جنس او جمع بلا واحد

نمبر شمار	کنزالایمان	البیان
		ولم يسمع اراضة یعنی لفظ ارض مؤنث ہے۔ اسم جنس ہے۔ یا۔ وہ ایسی جمع ہے جس کا کوئی واحد نہیں اور لفظ اراضة مسموع نہیں (قاموس جلد ۲ ص ۳۲۳) چونکہ اس کے مادہ سے اس کا مفرد مسموع نہیں اور کسی دوسرے مادّے سے بھی کوئی لفظ اس کے مفرد کیلئے کلام عرب میں نہیں پایا جاتا۔ اس لئے اس کے اسم جمع ہونے کے باوجود مفرد کیلئے بھی یہی لفظ "ارض" استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے والسحاب المسخر بین السماء والارض ــــ اور بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے تابع ہے (سورہ البقر آیت ۱۶۴) اگر لفظ ارض کو اسم جمع کہا جائے تو ہمارے ترجمہ کی صحت بے غبار ہے اور اگر اسم جنس قرار دیا جائے تب بھی "زمینوں" کے لفظ سے اس کا ترجمہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ اسم جنس قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے ــــ اللہ تعالیٰ سب آسمانوں اور سب زمینوں کا مالک ہے اور اس کے مابین ہر چیز اسی کی مِلک ہے۔ اسی لئے ہم نے "السموات والارض" اور اس جیسی آیات میں اپنے ترجمہ میں "زمین" کے بجائے "زمینوں" کا لفظ استعمال کیا۔
۴۔	وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم	بعض آیات قرآنیہ مثلاً "وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم" اور "ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم" جن سے

نمبر شمار	کنز الایمان	البیان
	من یتبع الرسول۔ اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسلئے مقرر کیا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین اور ابھی اللہ نے تمہارے نمازیوں کا امتحان نہ لیا نہ صبر کرنیوالوں کی آزمائش کی	علم الٰہی کی نفی مفہوم ہوتی ہے۔ حسب مناسبت مقام ہم نے ان کا ایسا ترجمہ کیا ہے جو مراد الٰہی کے مطابق نفی علم کے بجائے، ظہور معلوم کی نفی کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول ـــــ اور (اے حبیب) آپ جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ ہم ظاہر (کرکے ممتاز) کردیں ان لوگوں کو جو رسول کی پیروی کرتے ہیں (البقرہ آیت ۱۴۳) ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو (ان کے غیروں سے) ممتاز نہیں کیا۔ (آل عمران آیت ۱۴۲)
۵۔	واذا ستسقیٰ موسیٰ لقومہ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا۔ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ اور ہم نے ہر رسول	ایسی تمام آیات قرآنیہ جن میں لفظ قوم کسی نبی کی طرف مضاف ہے ہم نے اس کا ترجمہ لفظ قوم سے نہیں کیا۔ بلکہ حسب مناسبت مقام ایسے الفاظ سے کیا ہے جن سے مرادی معنی واضح ہوجائیں مثلاً واذا ستسقی موسی لقومہ (البقرہ آیت ۶۰) چونکہ یہاں قوم سے مراد ان کی امت ہے اسلئے ہم نے قوم کا ترجمہ لفظ امت سے کیا ہے۔ بعض آیات میں قوم سے مراد رسول کا قبیلہ ہے جن لوگوں میں رسول مبعوث ہوا۔ جیسے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ (سورہ ابراہیم آیت ۴) اس آیت میں

نمبر شمار	کنزالایمان	البیان
	اسکی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔	لفظ قوم سے مراد رسول کے قبیلے کے لوگ ہیں جن میں وہ رسول مبعوث ہوا۔ بعض مقامات پر لفظ قوم سے رسول کی دعوت و تبلیغ کے عام مخاطبین مراد ہیں جیسے وابراھیم اذقال لقومہ اعبدوا اللہ (عنکبوت آیت ع١٦) کچھ مقامات پر لفظ قوم سے خاص وہ لوگ مراد ہیں جو رسول کے منکر مخاطبین ہیں۔ یقوم لیس بی ضلالۃ (اعراف آیت ع٦١)
	و ابراھیم اذقال لقومہ اعبدو اللہ	
	اور ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کو پوجو۔	مفردات راغب میں ہے لفظ قوم کے اصل معنی "جماعت من الرجال" ہیں۔ یعنی مردوں کی جماعت اور قرآن مجید میں بالعموم قوم کے مفہوم میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں۔ یعنی لفظ قوم کا ترجمہ ہے لوگوں کی جماعت۔ قبیلہ ہو، امت ہو، عام مخاطبین ہوں یا خاص منکرین کا گروہ۔ سبھی لفظ قوم کے مفہوم میں شامل ہیں۔
	یقوم لیس بی ضلالۃ اے میری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں۔	اس لحاظ سے قوم کا ترجمہ لفظ قوم سے کرنا بھی صحیح ہے۔ لیکن لفظ قوم چونکہ تمام مذکورہ معانی کو شامل ہے اسلئے ہم نے قوم کا ترجمہ ہر جگہ موقع کی مناسبت سے کیا ہے تاکہ مرادی معنی واضح ہو جائیں۔
		علاوہ ازیں ان آیات کے ترجمہ میں لفظ قوم سے ذہن متحدہ قومیت کی نوایجاد نظریہ کی طرف بھٹک سکتا تھا۔ اور یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ جب کفار و مشرکین، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قوم قرار پا سکتے ہیں تو ہندو

نمبر شمار	کنزالایمان	البیان
		اور مسلم ایک قوم کیوں نہیں ہو سکتے ؟ ایہام و اشتباہ سے بچنے کیلئے لفظ قوم کا ترجمہ موقعہ محل کو ملحوظ رکھتے ہوئے مناسب الفاظ سے کیا ہے۔
۴۔	والی عاد اخاھم ھودا اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا۔	بکثرت آیات قرآنیہ میں بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو لفظ " اخ " سے تعبیر فرما کر ان کے مشرک قبائل کی طرف اضافت فرمائی گئی ہے۔ مثلاً۔ الی عاد اخاھم ھودا (اعراف آیت ع۶۵) ـــــ اصل میں اخ اسی کو کہتے ہیں جو ولادت میں والدین کی طرف سے دوسرے کا شریک ہو یا۔ دونوں میں سے ایک سے۔ یا۔ رضاع میں کسی دوسرے کا شریک ہو۔ اس کے علاوہ قبیلہ۔ یا۔ دین۔ یا۔ صنعت وغیرہ میں ایک دوسرے کے شریک کو بطور استعارہ اخ یعنی بھائی کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ماں باپ۔ یا۔ ان میں سے کسی ایک طرف سے یا۔ رضاع میں ان کے شریک نہ تھے۔ صرف ان کے ہم قبیلہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بطور استعارہ ان کے مشرک قبائل کا انھیں " اخ " فرمایا۔ محض اس بات پر تنبیہ کیلئے کہ وہ ان پر ایسے شفیق تھے جیسے بھائی اپنے بھائی پر مشفق ہوتا ہے۔ "اخاعاد" کے تحت امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ وقولہ اخاعاد سماہ اخا تنبیھا علیٰ اشفاقہ علیھم شفقۃ الاخ

نمبر شمار	کنز الایمان	البیان
		علیٰ اخیہ (مفردات راغب ع۱۱) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کمال شفقت کی وجہ سے مشرک قبائل کے حق میں بھی قطعاً اس بات پر راضی نہ تھے کہ وہ اپنے کفر و شرک کی وجہ سے جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا ہوں۔ وہ اس بات کو محبوب رکھتے تھے کہ ان کے قبائل ایمان لاکر جنتی ہو جائیں۔ ان آیات میں اخاھم کا ترجمہ ان کے بھائی کے الفاظ سے کرنا لغت کے اعتبار سے غلط نہیں۔ لیکن لفظ۔ اخ سے ان کے مشفق ہونے پر جو تنبیہہ مقصود ہے وہ صریح الفاظ سے واضح نہیں ہوتی۔ بلکہ حکمت استعارہ میں غلط فہمی کے باعث اس ترجمہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں سوئے ادب کا شائبہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے بھائی کے الفاظ سے "اخاھم" کا ترجمہ حسب سابق اس وہم کا موجب بھی ہو سکتا ہے کہ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے مشرک قبائل کے بھائی قرار پائے تو ہندو اور مسلم بھائی بھائی کیوں نہیں ہو سکتے۔ اس وہم اور شبہہ سے بچنے کیلئے ہم نے ان تمام آیات میں لفظ "اخاھم" کا ترجمہ "ان کے مشفق ہم قبیلہ" کے الفاظ سے کیا ہے۔ تاکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ادب و احترام کے خلاف کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو سکے اور جداگانہ مسلم قومیت کا تقدس بھی مجروح نہ ہونے پائے۔

نمبر شمار	کنزالایمان	البیان
		نیز۔ قرآنی الفاظ کے مرادی معنی کی صریح الفاظ میں وضاحت بھی ہو جائے۔
۷۔	وماجعلنا الرءیا التی ارینک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو اور وہ پیڑ جس پر قرآن میں لعنت ہے۔	ہم نے اس آیت کا ترجمہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے ”اور ہم نے نہ کیا وہ جلوہ جو آپ کو (شب معراج) دکھایا گیا تھا۔ مگر آزمائش لوگوں کے لئے اور (اسی طرح) وہ درخت (بھی) جس پر قرآن میں لعنت کی گئی“۔
۸۔	ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت	حضرت جبریل نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مریم کے چاک گریباں میں جان پھونکی (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۳۹۴) ہم نے اپنے ترجمہ میں شرم و حیا اور حضرت مریم کی عزت و عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ جمہور مفسرین کے مطابق صنعت استخدام سے کام لیا ہے۔ ناظرین کرام سے مخفی نہ رہے کہ صنعت استخدام یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں۔ ایک معنی اس لفظ سے مراد لئے جائیں اور دوسرے معنی اس ضمیر سے مراد لئے جائیں جو اسکی

نمبر شمار	کنز الایمان	البیان
	کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی"۔	طرف راجع ہے جس کی مثال جریر کا یہ مشہور شعر ہے۔ اِذَا نَزَلَ السَّمَاءُ بِاَرْضِ قَوْمٍ رَعَیْنَاہُ وَاِنْ کَانُوْا غِضَاباً یعنی جب کسی قوم کی زمین میں بارش ہو تو ہم اس سے پیدا ہونے والے سبزہ چرا لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ غضبناک ہی کیوں نہ ہوں۔ لفظ سماء کے مجازی معنی دو ہیں۔ ایک بارش دوسرا بارش سے پیدا ہونے والا سبزہ۔ شاعر نے لفظ سماء سے بارش مراد لی۔ اور رعیناہ میں اس کی طرف راجع ہونے والی ضمیر منصوب سے بارش سے پیدا ہونے والا سبزہ مراد لیا۔ یہ صنعت استخدام ہے۔ اس کے مطابق ہم نے لفظ فرج سے اس کے مجازی معنی عفت مراد لئے اور فیہ میں اس کی طرف راجع ہونے والی ضمیر مجرور سے لفظ فرج کے دوسرے مجازی معنی "چاک گریباں" مراد لئے اور مفسرین کے مطابق حسب ذیل ترجمہ کیا" اور عمران کی بیٹی مریم (کی مثال بھی) جس نے اپنی عفت کی (ہر طرح) حفاظت کی تو ہم نے (بواسطۂ جبریل اس کے) چاک گریباں میں اپنی (طرف کی) روح پھونک دی۔

ناظرین کرام! دیکھنا ہے کہ مخدوم الملت کے بعد اب مطیع الرحمن اینڈ کمپنی حضرت امام اہلسنت کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے اور ان کا بے ادب اور گستاخ قلم حضرت غزالیؒ دوراں کیلئے کیا گل کھلاتا ہے؟ (سعیؔ آخر)

صاحب الاقتدار استاذ العلماء حضرت شاہ عبدالمقتدر مطیع الرسول قادری عثمانی بدایونی کے مرید خاص اور حضرت اقدس عاشق الرسول محمد عبدالقدیر قادری کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا مفتی عزیز احمد صاحب قادری بدایونی مفتی لاہور نے بنام تیسیر البیان فی ترجمۃ القرآن عرف "ترجمہ قادری" پیش فرمایا۔

حضرت مولانا مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر قادری عثمانی بدایونی کے والد ماجد تاج الفحول محب رسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قادری عثمانی بدایونی قدس سرہ تھے۔ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب آپ کے مشیر خاص اور تبلیغ و اشاعت مذہب اہلسنت میں معین و مددگار تھے۔ حضرت فاضل بریلوی نے آپ کی تعریف میں ایک طویل قصیدہ لکھا ہے۔ جو ان کے دیوان کی حدائق بخشش حصہ سوم میں چھپا ہے۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

اے امام ہدیٰ محب رسول — دین کے مقتدا محب رسول

ٹھیک معیار سنیت ہے آج — تیری حب و ولا محب رسول

آج قائم ہے دم قدم سے تیرے — دین حق کی بنا محب رسول

سنیت سے پھرا ہوا سے پھرا — اب جو تجھ سے پھرا محب رسول

تجھ پہ فضل رسول کا سایہ — مجھ پہ سایہ ترا محب رسول

اور تو اور شیخ تجھ سے ملا

اس سے بڑھکر ہے کیا محب رسول

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، حضرت مترجم کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:

"فقیہہ الجلیل محدث بے مثیل الورع الکامل البارع الاکمل استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی عزیز احمد صاحب قادری بدایونی لاہوری دامت برکاتہم"

اور پھر مفتی صاحب کے اساتذۂ کرام کے بارے میں حضرت شرف قادری فرماتے ہیں۔

"یہ تمام حضرات، جامع شریعت وطریقت حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور فیض یافتہ تھے

المختصر! حضرت مترجم کا تعلق اس خانوادہ سے ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مرکز عقیدت، قبلہ محبت اور معیار سنیت ہے ــــ بدایوں اور بریلی کے درمیان عقیدت ومحبت اور نیازمندی وسپردگی تو صرف "قصیدۂ محب رسول" سے ظاہر ہے ــــ پھر بھی مترجم نے چونکہ فاضل بریلوی کے ترجمہ کے بہت بعد ترجمہ فرمایا ہے۔ لہٰذا ان کو بھی اس نئے ترجمہ کی ضرورت پر روشنی ڈالنی پڑی۔ چنانچہ غزالیٔ دوراں کی طرح انھوں نے بھی کنزالایمان کے ہوتے ہوئے ایک نئے ترجمہ کی ضرورت محسوس کی۔ اور نام رکھا "ترجمۂ قادری" پہلے آپ کنزالایمان ملاحظہ فرمائیں پھر اس کے بالمقابل ترجمہ قادری۔

کنزالایمان	ترجمۂ قادری
۱۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے۔ ۲۔ ومايُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ٥ اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔	چونکہ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خانصاحب کے ترجمہ میں کچھ الفاظ فارسی وعربی اور پرانی اردو ترکیبوں پر مشتمل تھے جو عام مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ اس وجہ سے لوگ پوری طرح ترجمہ سمجھ نہ پاتے تھے۔ اسلئے فقیر نے بنظر خیر خواہی اس ترجمہ کے مشکل الفاظ کو آسان اردو میں تبدیل کیا۔ اور وضاحت کی غرض سے کچھ چیزیں اپنی طرف سے بھی بڑھائیں۔ اور بعض دیگر ترجموں کے الفاظ بھی تبدیل کئے ہیں۔ جن پر اعتراض ہوتا تھا۔ مثلاً

کنز الایمان	ترجمۂ قادری

بعض ترجموں " یُضِلُّ اللّٰه " کے معنی یوں لکھے ہیں کہ جس کو اللہ گمراہ کردے ۔یا۔ جس کو اللہ بچلادے ۔ تو اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود گمراہ کرتا ہے تو بندے کا کیا قصور ہے ؟ لیکن تفسیر عباسی میں اس کا ترجمہ یوں کیا ہے ۔ " اَیْ مَنْ یَتْرُکُہٗ مَخْذُوْلاً " یعنی جس کو اللہ تعالیٰ اس کی گمراہی میں بے یار و مددگار چھوڑ دے ۔ اس کی سرکشی کی وجہ سے اس کی مدد نہ کرے ۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب بندے کو اچھائی اور برائی سمجھا دی جیساکہ سورہ والشمس کی آیت فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا سے ثابت ہے کہ یعنی نفس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اس کو اس کی برائی اور اچھائی سمجھا دی پھر وہ اپنی سرکشی سے باز نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ اس کو یونہی چھوڑ دیتا ہے جیساکہ آیت سورہ بقرہ میں فرمایا۔

وَیَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ط اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دے دیتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے کہ وہ حیران و سرگرداں بھٹکتے پھرتے ہیں ۔ اسلام کی سیدھی راہ پر نہیں آتے ۔ اس میں اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام نہیں ۔ وہ گمراہ خود ملزم ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ لہذا فقیر نے اپنے ترجمہ میں یہی الفاظ لکھے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں چھوڑ دے ۔یا۔ جس کو گمراہ قرار دے دے ــــ اس ترجمہ کا نام تیسیر البیان فی ترجمۃ القرآن عرف "قادری ترجمہ رکھا گیا"

مخدوم سمنانی اور فاضل بریلوی

میرا آج بھی یقین یہی ہے کہ فاضل بریلوی تمام اولیائے کرام کے دلارے اور محبوب نظر ہیں۔ وہ کسی مطبخی مولوی کے تیار کردہ نہیں بلکہ اغوات واقطاب کے پروردہ ونظر کردہ ہیں۔ اسی لئے فقیر اشرفی نے اعلیٰ حضرت کی عظمت و رفعت کو یوں بیان کیا تھا۔ (ملاحظہ فرمائیں لفظ کملی پر مولانا اختر رضا خاں صاحب کے شبہات کا ازالہ ص۱)

"غوث العالم محبوب یزدانی سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آستانہ کچھوچھا شریف ——— درحقیقت بریلی شریف کا بھی مرکز عقیدت ہے۔ بریلی کا تاجدار بلاشک وشبہہ اپنے اس مرکز عقیدت کا وفادار اور خدمت گذار ہے۔ اسی وفاداری اور خدمت گذاری نے "احمد رضا خاں" کو اکابر اہلسنت میں شامل کرادیا۔ اور حضور مخدوم پاک کی خصوصی توجہ نے اپنے اس غلام کو اہلسنت کا امام بنادیا۔ اور وہ "عطیۂ آل رسول" بن کر چمکنے لگے۔

یہی وجہ ہے کہ ساری زندگی اعلیٰ حضرت ہر آل رسول کی قدم بوسی اور دست بوسی کرتے رہے اور نہیں چاہا کہ انجانے میں بھی کسی سید کے کاندھے پر رہوں اور اگر ایسا ہوگیا تو پھر بھری بازار میں اس سے معافی مانگنا، اپنا عمامہ شریف اس کے پیر پر رکھنا اور پھر اسے اپنے کاندھے

پر اٹھا کر لے چلنا ضروری ہو گیا ـــــ یہ محبت، یہ ادب و تعظیم، یہ عقیدت و روحانیت اب بریلی میں کہاں ہے؟ کیا مولانا اختر رضا خاں اس معاملہ میں اعلیٰ حضرت کی عملاً پیروی کر سکتے ہیں؟ تعظیم آل رسول کی جو ادائیں اعلیٰ حضرت میں تھیں کیا ازہری صاحب میں ایک فی صد بھی ہے؟"

ناظرین کرام! جس کے سامنے بھی اعلیٰ حضرت کی مجموعی زندگی ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ ہر سنی سید کی دست بوسی اور خدمت گذاری کو انھوں نے اپنا وظیفہ بنا لیا تھا اور ان کی اس خدمت و محبت کا سبب ان کا "عشق رسول" تھا اس حقیقت کے باوجود میں نے اپنا غلام ان کو نہیں لکھا بلکہ غوث العالم محبوب یزدانی سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کا "وفادار اور خدمت گذار" لکھا۔ اور یہ باور کرانے کی کوشش کی، کہ اعلیٰ حضرت "خود ساختہ امام" نہیں تھے بلکہ وقت کے غوث کی توجہ نے اپنے اس غلام کو اہلسنت کا امام بنایا ہے۔ میں نے کہیں بھی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا کہ صرف مخدوم کی توجہ سے ایسا ہوا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت آجکل کے "دستار بند مولویوں" کی طرح کسی گٹ بندی کے شکار تھے ہی نہیں۔ وہ تمام اکابر اولیار کے تھے اور تمام اکابر اولیار کی توجہ ان پر تھی۔

مگر دار العلوم امجدیہ گانجہ کھیت ناگپور کو میری ذکر کردہ سچائی سے تکلیف پہونچی اور اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس جرءت و جسارت پر راقم الحروف حیرت زدہ ہے۔

١۔ مخدوم پاک کی خصوصی توجہ امام احمد رضا پر ـــــ غلط غیر مدلل نا قابل قبول اور لغو ہے

٢۔ امت مسلمہ کو کچھوچھا شریف کی ضرورت نہیں۔

کیا نشہ چھایا ہے گانجہ کھیت پر

جیسے دھندہ چل رہا ہو ریت پر

اب آپ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ "مولوی ہاشمی میاں کا اپنے اس دعوے کو مشتہر کرنا کہ حضور مخدوم پاک کی خصوصی توجہ نے "احمد رضا خاں" کو امام بنا دیا۔ بغیر کسی دلیل کے ہے"۔ (ہدیہ ہاشمی ص ۳۸)

۲۔ "ان کی یہ بات کسی صورت قابل قبول نہیں"۔ (الیضا ص ۳۹)

۳۔ "پھر مولوی ہاشمی میاں نے بات اتنی ہی نہیں کہی ہے کہ حضرت مخدوم پاک کچھوچھوی قدس سرہ کی توجہ نے امام بنا دیا بلکہ اس عبارت میں ایسی باتیں بھی ذکر کی ہیں جو لوگوں کے میلان کیلئے دلچسپ ہیں۔ مولوی ہاشمی میاں لکھتے ہیں:

بریلی کا تاجدار بلاشک وشبہہ اپنے مرکز عقیدت کا وفادار اور خدمت گذار ہے۔ اس وفاداری اور خدمت گذاری نے احمد رضا خاں کو اکابر اہلسنت میں شامل کرادیا اور حضور مخدوم پاک کی خصوصی توجہ نے اپنے اس غلام کو اہلسنت کا امام بنا دیا۔

مولوی ہاشمی میاں نے اس وفاداری اور خدمت گذاری کے معنی نہیں بتائے (ایضا ص ۴۰)

۴۔ حضور مخدوم سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ اور امام بنا دینے کا دعوی مولوی ہاشمی میاں کی سراسر غلط بیانی ہے"۔ (الیضا ص ۴۰)

۵۔" افسوس مولوی ہاشمی میاں ایسے دعوے کر رہے ہیں جو غلط ہیں اور یہ غلط بیانی اور گھسیٹ تان، ان کی شان سیادت کے لائق نہیں اور یہ بالکل لغو ہے (ایضا ص ۴۳)

۶۔ انھوں نے اپنے اس خصوصی فن کمال سے کچھوچھا مقدسہ کو علم وفضل کا عظیم مرکز بنا دیا (ایضا ص ۱۳)

۷۔ کچھوچھا شریف ایسی خانقاہ ہے جس کی سوائے مریدین اور متوسلین کی ارادت و توسل اور اہلسنت کی خدمت گذاری کے خود ان کو اور امت مسلمہ کو کچھوچھا شریف کی ضرورت نہیں۔ (ایضا ص ۷۵)

حضرت عبدالرحمن چشتی قدس سرہ کی ولادت ۱۰۰۵ھ میں (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے تقریباً دو سو سال قبل) عہد جہانگیر و شاہجہاں میں ہوئی۔ آپ نسباً قریش، ہاشمی، علوی تھے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں حضرت شیخ مخدوم عبدالحق ردولوی کے خاندان میں ایک باکمال بزرگ حضرت شیخ حمید سے مرید ہوئے آپ خواجگان چشت کے کرم سے حفاظت سلطنت اسلامیہ پر بھی مامور تھے۔ زبردست عالم دین، مورخ، محقق اور عارف حق تھے۔ کتاب "مرآۃ الاسرار" کو خواجہ خواجگان کے باطنی اشارہ پر ۱۰۴۵ھ میں لکھنا شروع کیا۔ اسی سے اندازہ لگائیے کہ سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باطنی تائید کے بعد اس کی مقبولیت کا کیا عالم ہوگا۔ اسی میں زیر عنوان "حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی" انیس[19] صفحات پر مشتمل حالات درج فرماتے ہیں۔ کچھ لطائف اشرفی و دیگر کتب سے۔ کچھ لوگوں کے ارشادات سے —— مگر۔ انھوں نے کچھ اپنے مشاہدات و واردات کو بھی بیان فرمایا ہے۔ —— چنانچہ غوث العالم محبوب یزدانی سلطان سید جہانگیر سمنانی کے ارشاد گرامی کہ

اپنی کتاب میں یوں نقل کرتے ہیں کہ

" فرمایا کہ جو شخص خلوص دل کے ساتھ میری قبر پر آئے گا۔ انشاء اللہ ہر گز خالی نہ جائے گا اور اس مقام پر ولایت ظاہری و باطنی کے عزل و نصب کیلئے اکثر رجال اللہ کا مجمع رہیگا۔ چنانچہ یہ بات آج تک اہل بصیرت پر ظاہر ہے۔ جب اس فقیر کاتب حروف کے دل میں خضر علیہ السلام اور دوسرے رجال اللہ کی زیارت کی خواہش پیدا ہوئی اور بے قرار ہوا تو حضرت خواجہ معین الحق والدین چشتی قدس سرہ نے فرمایا کہ میر سید اشرف جہانگیر کے مزار پر جاؤ۔ وہاں تمہاری مراد پوری ہو جائے گی۔ بندہ نے عرض کیا کہ وہاں جانا ضروری ہے ؟ فرمایا، بابا۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر جگہ کو ایک خاص برکت اور خاصیت بخشی ہے اور ہر کام کیلئے ایک وقت مقرر فرمایا ہے۔ پس اسی وقت ہر اس جگہ جانا چاہیے تاکہ مراد حاصل ہو۔ پس یہ فقیر ۱۰۳۴ھ میں وہاں پہنچ کر محرم کے آخری عشرہ میں معتکف ہوا اور ایک رات حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا کہ حوض (نیر شریف) میں غسل کر رہے ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ شروع نہ ہوا۔

ایک دفعہ دوسرے عشرہ ماہ محرم میں خضر علیہ السلام کو تمام رجال وقت کے ساتھ دیکھا اور قسم قسم کے فیوض حاصل کئے۔ اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت پاک، بعض صحابہ کرام اور اکثر مشائخ چشت مثل خواجہ بزرگ (سرکار غریب نواز) و خواجہ قطب الاسلام (بختیار کاکی اوشی) خواجہ گنج شکر اور سلطان المشائخ (حضرت محبوب الٰہی) وغیرہ کی بھی زیارت ہوئی۔ نیز اس مجمع میں بہت سے بزرگان ظاہر و باطن کی زیارت کی۔ یہ بھی دیکھا کہ خضر علیہ السلام اور امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک خوبصورت اور کوتاہ قد نوجوان کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈالا اور عرض کیا کہ جہانگیر بادشاہ والئ ہندوستان بیمار ہے اور

چند ایام میں اس دنیا سے چل بسے گا۔ اس کے لڑکوں میں سے یہ جوان سلطنت کے قابل نظر آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس کی پیٹھ پر پھیر کر فرمایا کہ باپ کے قائم مقام ہو جاؤ۔ اس وقت معلوم ہوا کہ وہ جوان شاہ جہاں بن جہانگیر بادشاہ ہے۔ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال مہربانی سے شاہ جہاں کو خواجگان چشت کے حوالے فرمایا۔ تاکہ اس کی حفاظت کریں۔ نیز کمال ذرہ پروری سے اس فقیر کو (مصنف کتاب) بھی معنوی خدمت سپرد ہوئی۔ اس وقت خواجگان چشت نے اس نوجوان کے جاہ و ملک کی محافظت اس فقیر کے سپرد کی اور قسم قسم کی نوازشات کی بارش ہوئی۔ اس جوان کے جسم کی حفاظت کے لئے سات ابدالوں میں سے ایک ابدال کو مامور فرمایا اور یہ حکم ہوا کہ شمال کی طرف رہے۔ اس ابدال کا نام شیخ فیروز تھا۔ اس کے تین۔ چار سال بعد جہانگیر بادشاہ کا ۱۰۲۷ھ میں انتقال ہو گیا۔ اور شہاب الدین محمد شاہ جہاں صاحبقران ثانی دوشنبہ کے دن سات ماہ جمادی الثانی ۱۰۳۷ھ کو اپنے باپ کے تخت پر بیٹھا۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ولایت جہانگیری کے تصرف کی وجہ سے آج تک ولایت صوری و معنوی کا عزل و نصب میر سید اشرف جہانگیر قدس سرہ کے مزار پر جاری ہے۔ اور اکثر رجال اللہ کا مجمع وہاں رہتا ہے۔

(مرآۃ الاسرار مولفہ حضرت شیخ عبدالرحمن قدس سرہ مترجم مولانا واحد بخش ص ۱۰۵۶ تا ص ۱۰۵۸)

اس سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ پر جو بھی خلوص دل کے ساتھ آئے گا انشاء اللہ ہرگز خالی نہ جائے گا۔ یہ خود مخدوم سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔

۲۔ ولایت ظاہری و باطنی کے عزل و نصب کیلئے یہاں رجال اللہ کا مجمع رہے گا۔ لطائف اشرفی میں اس کا تذکرہ یوں ہے — " بعدازیں حکم نصب و

عزل بایں فقیر دادند و رحلت روزگار بمن سپردند۔ یعنی اب سے عہدہ دینا اور معزول کرنا اس فقیر کو عطا ہوا ہے اور دورۂ عالم میرے سپرد کیا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ حضرت قدرۃ الکبرا نے گروہ والیان عالم کو اپنی قوم فرمایا ہے۔
لطائف اشرفی میں ہے۔ " طائفہ والیان عالم را حضرت قدرۃ الکبرا قوم خود گفتہ اند۔

۳۔ خود حضرت خواجۂ خواجگان سرکار غریب نواز نے آستانۂ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کو مراد پوری ہونے کی جگہ فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اسے خاص برکت اور خاصیت حضرت حق تعالیٰ نے بخشی ہے۔ بریلی کے پاس ایسی کوئی شہادت نہیں ہے۔

۴۔ آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کی نیر شریف میں حضرت خضر علیہ السلام غسل فرمائیں اور رجال اللہ مجتمع ہوں

۵۔ روحانیت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، اکثر مشائخ چشت اہل بہشت مثل خواجہ غریب نواز، قطب الاقطاب، بابا فرید گنج شکر اور سرکار محبوب الٰہی کا جہاں دیدار نصیب ہو حضرت مولا علی، حضرت خضر اور مصطفےٰ جانِ رحمت جہاں امور سلطنت کے فیصلے فرمائیں ——— بریلی کے بارے میں تو ایسا سوچا ہی نہیں جا سکتا۔

۶۔ ولایت جہانگیری کے تصرف کی وجہ سے آج تک ولایت صوری و معنوی کا عزل و نصب میر سید اشرف جہانگیر قدس سرہ کے مزار پہ جاری ہے۔ اس حقیقت کے گواہ ہیں حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی قدس سرہ ——— کیا عزل و نصب کے مذکورہ اختیارات مزار اعلیٰ حضرت کے لئے بھی ثابت کئے جا سکتے ہیں ؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر کیا دار العلوم امجدیہ کا نجہ کھیت ——— کے

بے ادب لوگ اب بھی یہی کہتے رہیں گے کہ

(الف) اعلیٰ حضرت، آستانہ غوث العالم مخدوم سمنانی کے وفادار، غلام اور خدمت گزار نہیں ہیں۔

(ب) اعلیٰ حضرت کی تقرری کا اختیار مخدوم سمنانی سے چھین لیا گیا ہے

(ج) گروہ والیان عالم ان کی قوم —— عہدہ دینا اور معزول کرنا، ان کا خصوصی اختیار سہی۔ مگر اعلیٰ حضرت ان کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔

(د) امت مسلمہ کو کچھوچھہ شریف کی ضرورت نہیں۔

بے شک حضرت قدرۃ الکبرا نے جسے معزول کردیا ہو اُسے کچھوچھہ مقدسہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن اپنی اس معزولی میں ہمارے مجدد کو شامل نہ کریں۔ وہ کسی بے ادب کے نہ تھے، نہ ہیں اور نہ رہیں گے۔

مرکز عقیدت وعلم

بے شک اعلیٰ حضرت دل وجان سے تمام اغواث واقطاب اور اکابر اولیاء کے وفادار اور خدمت گزار ہیں۔ امجدیہ نے ناگپور کے گانجہ کھیت کے نشے میں اس سے انکار کر کے اعلیٰ حضرت کو یقیناً قلبی اذیت پہونچائی ہے —— اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ غوث وقطب نے اپنے اس سعادت مند غلام کو اہلسنت کا امام بنایا ہے۔ اور مخدوم سمنانی کا "غوث العالم" ہونا اظہر من الشمس ہے۔ غوث العالم، محبوب یزدانی کی غلامی سے انکار کر کے، خدا جانے یہ علمائے امجدیہ مرنے کے بعد کہاں جانا چاہتے ہیں ؟

صرف اعلیٰ حضرت ہی نہیں

بلکہ ان کے پیر و مرشد کے بھی پیر و مرشد
بلکہ بانی سلسلہ عالیہ برکاتیہ ــــ حضرت صاحب البرکات سرکار سید برکت اللہ قادری مارہروی سے بھی افضل و اعلیٰ ہیں قدرۃ الکبریٰ، غوث العالم، محبوب یزدانی سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی

یعنی

اعلیٰ حضرت درحقیقت مخدوم سمنانی کے غلاموں کے بھی غلام ہیں۔
اور ایسے ہی خود مخدوم سمنانی بھی " غوث اعظم اور خواجۂ اعظم " کے غلاموں کے بھی غلام ہیں۔
اور ایسے ہی " غوث جیلانی اور خواجۂ اجمیری " بھی امیر المومنین حضرت علی کے غلام ہیں۔

ایسی سچی اور سیدھی بات سے امجدیہ والے اتنا پریشان کیوں ہو گئے ؟ کیا وہ اعلیٰ حضرت کو غوث کا غلام نہیں سمجھتے ؟ کیا کچھوچھا شریف کے "غوثیت مآب" کی غلامی سے توہین کا احساس ہوتا ہے ؟ کیا اعلیٰ حضرت آج کل کے مولویوں کی نظر میں اپنے آقاؤں کے بھی غلام نہیں ہیں ؟ مشربی تعصب کے ان بوالعجبوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ " مرکز عقیدت اور مرکز علم " میں کیا فرق ہے ؟ آیئے پہلے اسی کو سمجھ لیا جائے۔

مرکز عقیدت

جہاں کوئی ایسی عظیم ہستی آرام فرما ہو جس کے آستانے سے فیوض و برکات کا سلسلہ جاری و ساری ہو۔

مرکز علم

جہاں کوئی ایسی مرکزی، عظیم اور ہمہ گیر شخصیت جلوہ گر ہو جو تشنگان علم کی

کماحقہٗ پیاس بجھائے۔

کبھی کبھی مرکز عقیدت اور مرکز علم ایک ساتھ پایا جاتا ہے۔ جیسے عہد نبوی وعہد خلفائے ثلاثہ میں ـــــ "مدینہ منورہ" عہد علی وعہد مجتہدین میں ـــــ "کوفہ" عہد غوث اعظم میں۔ بغداد عہد مخدوم سمنانی میں کچھوچھا عہد امام ربانی میں سرہند اور عہد امام احمد رضا میں بریلی ـــــ علی ھذا القیاس بے شمار مقامات مقدسہ ملیں گے جو ایک ہی وقت میں مرکز عقیدت بھی ہیں اور مرکز علم بھی۔

البتہ مرکز عقیدت جب بن جاتا ہے تو وہ دائمی ہوتا ہے۔ وہ مرکز علم کی طرح بدلتا نہیں مثلاً کلیر شریف میں آج ایک بھی عالم نہیں ہے مگر وہ سواد اعظم اہلسنت کا مرکز عقیدت ہے۔ اور رہے گا۔ میرولی شریف اور دہلی ـــــ عالم اسلام کا مرکز عقیدت ہے مگر آج مرکز علم نہ رہا۔ اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد تقریباً بریلی کا یہ خانوادہ بھی مرکز علم نہیں رہ پا رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی وجہ سے صرف مرکز عقیدت ہو کے رہ گیا۔

جس طرح حضرت علی کی وجہ سے کوفہ، غوث اعظم کی وجہ سے بغداد شریف، غریب نواز کی وجہ سے اجمیر شریف، قطب الاقطاب اور محبوب الٰہی وغیرھما کی وجہ سے دہلی "مرکز علم وفضل" رہا۔ اسی طرح بفضلہ تعالیٰ مخدوم سمنانی کی وجہ سے کچھوچھا شریف بھی "مرکز علم وفضل" بنا۔ کچھوچھا شریف کو علم وفضل کا عظیم مرکز میرے "خصوصی فن کمال" نے نہیں بلکہ مخدوم پاک کے "جمال وجلال اور فضل و کمال" نے بنایا ہے۔ لہٰذا امجدیہ والے اپنی اس بکواس سے توبہ کریں کہ

> "انھوں نے (یعنی راقم الحروف نے) اپنے اس خصوصی فن کمال سے کچھوچھا مقدسہ کو علم وفضل کا عظیم مرکز بنا دیا ہے۔ (ایضاً ص۱۳)

ان مشربی تعصب رکھنے والوں سے کوئی پوچھے کہ جب دنیا میں ہاشمی اور اسکا فن کمال بھی نہیں تعاتب کچھوچھا مقدسہ کس کی وجہ سے "مرکز علم وفضل" رہا۔

یقیناً اعلیٰ حضرت کی وجہ سے بریلی علم وفضل کا مرکز بنا اور غوث العالم کی وجہ سے کچھوچھا علم وفضل کا صرف مرکز ہی نہیں بلکہ عظیم مرکز بنا۔ کیونکہ

یہاں اعلیٰ حضرت، وہاں غوث العالم

بریلی کا آقا کچھوچھا میں ہے

اس سچائی کو امجدیہ اور اختریہ کا موجودہ ڈھانچہ مانے یا نہ مانے مگر دنیا جانتی ہے کہ اعلیٰ حضرت، مخدوم سمنانی سے بہت بہت مفضول ہیں۔ اور یہ کوئی بری بات نہیں۔ ہر چھوٹا اپنے بہت بڑے سے بہت مفضول ہوتا ہے۔ آخر حضرت علی شیر خدا بھی توحضرت ابوبکر سے بہت مفضول ہیں۔ اس سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرار واقعی عظمت و رفعت پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ ٹھیک اسی طرح مخدوم سمنانی کے بالمقابل اعلیٰ حضرت کی مفضولیت سے ان کی قرار واقعی عظمت پر کوئی برا اثر نہیں پڑ سکتا۔ غلامیٔ مخدوم سمنانی سے انکار کر کے امجدیہ نے پہلی بار ایک مجدد کو غوث وقت سے کاٹنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک جو غوث ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لاڈلا بیٹا ہو وہ شفیع بنانے کے لائق ہے۔ حضور غوث جیلانی کے تعلق سے وہ یہی معیار ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع

جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

اور بلا مبالغہ یہی بات غوث سمنانی کے حق میں بھی صحیح و درست ہے۔ کیونکہ وہ غوث بھی ہیں اور سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے بیٹے بھی ہیں۔

بہر حال مخدوم سمنانی کی وجہ سے کچھوچھا شریف مرکز عقیدت وعلم دونوں بنا

اور اعلیٰ حضرت کی وجہ سے بریلی شریف کو بھی یہ شرف حاصل ہوا۔ اور یہ بھی حق ہے کہ ہر مرکز عقیدت ہمیشہ کیلئے مرکز عقیدت رہتا ہے خواہ وہ کسی دور میں مرکز علم نہ رہے ــــ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بے شمار "مراکز عقیدت" ہیں جو آج مرکز علم نہ رہے ــــ بریلی شریف سے بڑی امیدیں تھیں مگر مولانا اختر رضا خاں صاحب کے قول و عمل کے تضاد، اور ان کے تعلق سے جانشین اعلیٰ حضرت کی تکفیر و تفسیق نے بہت مایوس کیا ہے۔ اسلئے دیگر مراکز عقیدت کی طرح اب بریلی شریف بھی صرف "مرکز عقیدت" ہے، مرکز علم نہیں۔ کیونکہ جن نفوس قدسیہ نے بریلی کو مرکز علم بنایا تھا وہ سب آسودۂ خاک ہو گئے۔ اور علمی سلسلہ کی آخری کڑی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد تو بریلی شریف صرف "مدرسہ" بن کر رہ گیا ہے ــــ اس طرح کا مدرسہ بلکہ اس سے بہتر تعلیمی صلاحیت والا مدرسہ گاؤں اور دوسرے قصبوں اور شہروں میں ملے گا تو کیا مدرسوں کی وجہ سے ہر گاؤں اور ہر شہر ہمارا "مرکز" بن جائے گا ؟

موجودہ بریلی کے حق میں یہی بہتر ہے کہ جس طرح "اعلیٰ حضرت اور حجۃ الاسلام" کو مرکز علم و فضل ماننے میں کچھوچھہ مقدسہ اور مارہرہ مطہرہ نے حق پسندی اور وسعت قلبی سے کام لیا۔ اور دونوں پاک خانوادوں کے خرد و کلاں نے جس طرح اعلانیہ اعتراف کیا ــــ اب عہد اختری میں بریلی کا نمبر ہے، اب اسے کچھوچھہ مقدسہ اور مارہرہ مطہرہ کی سنت پر عمل کرنا ہے۔ اب تمام ارباب انصاف کے انصاف و دیانت کا تقاضہ ہے کہ وہ پوری ایمانداری سے اس حقیقت کا اعتراف کریں کہ

"اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند کے وصال سے
بریلی میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے، اسے پُر کرنے کے لئے
ایک "رئیس المحققین" کی ضرورت ہے۔ اور بریلی

فی الحال اس سے خالی ہو گئی ہے ـــــ اور اس کے لئے
اب اہلسنت کو بریلی سے باہر ڈھونڈنا پڑے گا۔"

اگر بریلی سے باہر "مرکز علم" مل جاتے تب بھی بریلی شریف ہر دور میں اعلیٰ حضرت کے آستانے کی وجہ سے ہم سنیوں کا "مرکز عقیدت" رہے گا۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مرکز عقیدت کبھی نہیں بدلتا۔ صرف مرکز علم ہی بدلتا رہا۔ چنانچہ بے شمار مقامات سے گذرتا ہوا بریلی شریف تک پہونچا۔ اور اب وہاں کے وارثوں کی لاوارثی سے پتہ چلتا ہے کہ مرکز علم نے بستر لپیٹ لیا ہے۔ اب دیکھئے کہاں قیام کرتا ہے!

بریلی، بڑھیا اور مبارکپور کے بعد اب "ناگ پور" کا نمبر ہے۔ دارالعلوم امجدیہ گانجہ کھیت ناگ پور کے ماہنامہ "سنی آواز" کے چیف ایڈیٹر کو آگے بڑھا کر کام نکالا جا رہا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ میں نے جن علماء (مفتی بدرالدین مفتی شریف الحق، مولانا شفیق احمد اور مولانا اختر رضا خاں) کو مخاطب کیا ہے۔ ان میں صرف مفتی بدرالدین علیہ الرحمہ کے سوا سبھی زندہ اور موجود ہیں مگر خاموش ہیں ـــــ اب یا تو متعلقین علماء جواب دینے سے قاصر ہیں۔ یا۔ ان میں اعتراف حق کی جرءت نہیں؟ واللہ اعلم بالصواب۔

اب اگر دارالعلوم امجدیہ کو جواب دینا تھا تو مفتی غلام محمد دیتے۔ یا۔ اسی معیار کا کوئی ذمہ دار میدان میں آتا ـــــ مگر نہیں۔ ماہنامہ سنی آواز اور دارالعلوم امجدیہ کے گانجہ کھیت کا اثر دیکھئے کہ ذمہ دار خاموش ہیں۔ اور ملازم کو مہرا بنایا جا رہا ہے۔

اس شطرنجی کھیل کے ماہرین یاد رکھیں کہ حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہو جانے سے

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف کمزور نہیں ہوا۔ تو پھر کسی ملا نام سید کو میرے خلاف اپنا ہمنوا ظاہر کرنے سے میرے موقف پر بھی اثر نہیں پڑے گا۔ ہاں شرعی دلائل و براہین کے سامنے میں کل بھی سرنگوں تھا، آج بھی ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ مرتے دم تک رہوں گا۔

آمدم برسر مطلب

مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں امجدیہ کی رائے یہ ہے۔

"سادات و مشائخ کچھوچھہ مقدسہ میں حضور سیدنا محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کی چلتی پھرتی پاور فل مشین کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جنھوں نے اپنی قاہر سیادت اور خداداد خطابت سے مسلک اعلیٰ حضرت کی ایسی اشاعت فرمائی کہ اب باد سموم کے ہلاکت خیز جھونکے اس شجر اہلسنت کو تو کیا اس کی برگ و شاخ کو بھی ہلا نہیں سکتے (الیضاً ۷)

اسی لئے راقم الحروف، حضرت محدث اعظم ہند کے ارشادات سرکار غوث العالم مخدوم سمنانی کے تعلق سے پیش کرنا چاہتا ہے تاکہ مذکورہ مسلک اعلیٰ حضرت کی وضاحت، اس کی پاور فل مشین ہی سے ہو جائے۔ حضور سیدنا محدث اعظم ہند اپنے مطبوعہ شجرہ میں رقمطراز ہیں۔

"حضرت سلطان الاولیاء، درۃ تاج اصفیاء، عمدۃ الکاملین، زبدۃ الواصلین، عین عیون محققین، وارث علوم انبیاء و مرسلین، کان عرفان، جان ایمان، منبائے خاندان چشتیہ، منشائے

دمان بہشتیہ، تارک المملکتہ والکونین، مرشد الثقلین، اولاد حسین شہید کربلا، نور دیدہ فاطمہ زہرا، جگر گوشہ علی مرتضیٰ، نبیرۂ حضرت محمد مصطفےٰ، سالک طریق طریقت، مالک ملک حقیقت، مقتدائے اولیائے روزگار، پیشوائے اصفیائے کبار، صدر بارگاہ کرامت، مقتدائے کنتم خیر امت اخرجت، واقف رموز حقائق الٰہی، کاشف دقائق نامتناہی، سیمرغ قاف قطع علائق، شہباز فضائے حقائق، شمع شبستان ہدایت، مہر انور اوج ولایت، ملاذ ارباب شوق عرفاں، معاذ اصحاب ذوق و وجداں، مقتدا ر الانام، شیخ الاسلام، حافظ قرات سبعہ، جہاں گشت حدود اربعہ، مقیم سُرادقاتِ جلال، مہبط تجلیات جمال الذی من اقتدی بہ فقد اھتدی ومن خالف فقد ضل وغوی، متابعوہ سالکون ومخالفوہ ھالکون وھو الواقف فی مقام القطبیۃ والمتمکن فی مرام الغوثیۃ، مظہر صفات ربانی مورد الطاف سبحانی، حضرت شاہ مردان ثانی، مخاطب بہ خطاب محبوب یزدانی سیدنا و مولانا وشفاء صدورنا و طبیب قلوبنا، مقتدائے اولیائے کثیر، حضرت امیر کبیر مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی السامانی نوربخشی النوری قدس سرہ۔"

(شجرہ محدث اعظم ہند ص ۲۵، ۲۶)

مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند کا تحریر کردہ تعارف دراصل لطائف اشرفی

سے ماخوذ ہے جسے حضرت علامہ شیخ نظام الدین غریب یمنی اشرفی خلیفۂ محبوب یزدانی
نے مرتب فرمایا ہے۔ لطائف اشرفیہ کا ترجمہ برکات چشتیہ کے نام سے حکیم الاسلام
علامہ سید نذر اشرف فاضل کچھوچھوی نے کیا ہے۔ اور جو حضور محدث اعظم ہند کی ادارت
ونگرانی میں شائع ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں چند اقتباسات :۔

۱۔ "چہرۂ اخلاص بر آستان عالی وجبہۂ اختصاص در ایوان متعالی وسر ارادت بر قدم
متابعت آں سیاح بیدائے طریقت۔ سیاح دریائے حقیقت۔ غواص عمان حقائق الٰہی،
خواص سلطان دقائق نامتناہی، مجمع ارباب شوق وعرفان، مرجع اصحاب ذوق ووجدان،
صدر مسند ارشاد وہدایت، جامع نعوت وخصائصِ ولایت الذی من اقتدی بہ
فقد اھتدی ٥ ومن خالف فقد ضل وغوی ٥ متابعوہ سالکون ٥
ومخالفوہ ھالکون ٥ وھو الواقف فی مقام القطبیہ ٥ والمتمکن فی مرام
الغوثیۃ صدر بارگاہ کرامت وولایت، مقتدائے کنتم خیر امۃ اخرجت، ملاذ
جمہور، شفاء صدور، مظہر صفات ربانی محدد الطاف سبحانی، انسان عیون المحققین،
وارث علوم انبیاء مرسلین سیدی وسندی عند اللہ وقدوتی الی اللہ، مہبط
البرکات العرشیۃ ٥ مطرحۃ الاشعات القدسیۃ ما برحت ذاتہ
المقدسۃ عرشا مجیدا ومقرا حمیدا۔ حضرت قطب الاقطاب۔ اخیار وابرار
واوتاد مآب۔ مصباح شواکت انوار، مفتاح خزائن اسرار، سیمرغ قاف قلع علائق،
شہباز ہوائے فضائے حقائق، گوہر شاہوار کار بحار علم وشرف، گنجور کنوز من عرف
نفسہ فقد عرف ربہ، یا من ترغنت بلابل الارواح فی اقفاس الاشباح
ملی ورد جمالہ وتنورت ساخۃ رواق الاکوان من اشعۃ لمعات کمالہ
الذی ما انعقد مثلہ در فی صدف بحر الوجود وما استخرج شبہہ
جوہر من معدن الاعیان الثابتۃ فی اطباق عالم الشہود۔
قطعہ

آں کہ ز اشراف زماں در جہاں
مطلع انوار قدم، اشرف است
ذات شریفش کہ شریف خویش
از ہمہ عرفائے زمن اعرف است

مقتدی الانام، شیخ الاسلام، حافظ اوضاع الشریعۃ، جامع انواع الطریقۃ، مقیم سُرادِقاتِ الجلال، مَہبِط تجلیات الجمال ....

سیدنا و مولانا، شفاء صدورنا، طبیب قلوبنا، مقتدائے اولیائے کبیر، پیشوائے اصفیائے کثیر، حضرت قدرۃ الکبریٰ سید اشرف جہانگیر سمنانی۔ متع اللہ تعالیٰ جمیع الطالبین المسترشدین بذاتہ الشریفۃ وصفاتہ اللطیفۃ الیٰ یوم الدین۔ سر دم و نہادم مدت مدید و عہدۃ بعید قریب سی سال در طریق قویم و سبیل مستقیم آنحضرت در ملازمت معتکفان آستانہ ارادت و ملازمان جناب مودت ہم کاسۂ سگان ادمی بودم

(لطائف اشرفی از برکات چشتیہ زیر نگرانی حضور محدث اعظم ہند ص۸ تا ص۱۲ ۱۹۲۳ء)

۲۔ حضرت شیخ اصیل الدین سپید باز کہ یکے از خلفائے ثلاثہ صاحب طیر حضرت قدرۃ الکبرا اند۔

حضرت شیخ اصیل الدین سپید باز کہ حضرت قدرۃ الکبرا کے تین خلفاء، اصحاب طیر سے ہیں"

(ایضاً ص۳۹)

۳۔ حضرت شیخ کبیر سرورپوری کہ از مخلص اصحاب و کمل خلفاء ولایت مآب حضرت قدرۃ الکبرا اندر

حضرت شیخ کبیر سرورپوری نے جو ولایت مآب حضرت قدرۃ الکبرا کے مخلص اور کامل خلیفہ ہیں" (ایضاً ص۴۰)

۴- حضرت قدرۃ الکبرا میفرمودند کہ بارہا مبشران عالم غیب و ملہمان لشکر لاریب در سر این فقیر کہ اشرف است ندا کردند کہ ہر کہ ترا از روے اخلاص دیدہ است و بوجہ اختصاص صحبت تو گزیدہ است او آمرزیدہ گردد و حاضران مجلس رفیع و ملازمان محفل منیع چنانکہ حضرت کبیر و حضرت شیخ عارف و حضرت معروف و حضرت قاضی رفیع الدین و شیخ شمس الدین اودھی و اصحاب دیگر باستماع این بشارات جانفزا و باطلاع این بشارت دلکشا الحمد للہ بایں ترانہ مترنم گردیدند کہ

چہ شکر است کہ مرا مژدہ امان آمد
نوید فتح بشارت از آن جہان آمد

الحمد للہ علی ہذہ النعمۃ الشریفۃ والوصلۃ الرفیقۃ شمار باکردند و شکر آنہا بجا آوردند۔

حضرت قدرۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بارہا خبر دہندگان عالم غیب و ہاتف لشکر لاریب نے اس فقیر اشرف کے سر میں ندا دی کہ جس نے تمکو مخلصانہ دیکھا ہے اور بطریق خصوصیت تمہاری صحبت اختیار کی ہے وہ بخشا جائے گا اور حاضران مجلس رفیع و ملازمان محفل منیع مثلاً حضرت کبیر و حضرت شیخ عارف و حضرت معروف و حضرت قاضی رفیع الدین و شیخ شمس الدین اودھی اور دوسروں نے اس جانفزا شادہ اور دلکشا خوشخبری کو سنا تو نغمہ سنج ہوئے کہ ؎

خدا کا شکر بشارت امان کی آئی
نوید فتح مجھے اس جہاں کی آئی

الحمد للہ علی ہذہ النعمۃ الشریفۃ والوصلۃ الرفیقۃ (یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اس بزرگ نعمت اور کریمانہ عطیہ پر) بار بار کہنے لگے اور شکر الٰہی بجا لانے لگے۔

(ایضاً [illegible])

۵- حضرت قدوۃ الکبرا میفرمودند کہ شب بست و ہفتم ماہ مبارک رمضان [illegible] جمعے صحبہ بودند در روح آباد بشرف

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ماہ رمضان المبارک [illegible] کی ستائیسویں کی شب کو روح آباد کچھوچھہ شریف میں تمام ساتھیوں

شب قدر ہر یک اصحاب را مشرف ساختیم
چنانچہ حضرت نور العین و حضرت در یتیم و
حضرت شیخ رکن الدین شاہباز و شیخ
اصیل الدین سفید باز و شیخ جمیل الدین جرہ
باز و حضرت قاضی رفیع الدین اودھی و شیخ
شمس الدین اودھی و شیخ عارف و شیخ معروف
و بسے از قلندران محلی بحلل تجرد موصوف
باوصاف تفرد و ملک محمود کہ از خلص معتقدان
و مخلص مریدان بود و جمع از خدمار بارگاہ اعلیٰ
و فرقہ از ندمار درگاہ والا بایں خصوصیت
مخصوص شدند وقت سحر کہ مہبط ملائک
الطاف سبحانی و منزل ارائک اعطاف
رحمانی بود ہاتف عالم غیبی و ملہم قضائے
لاریبی بصد ہزار اعزاز و اکرام از حضرت
جان نواز ندا کرد کہ اشرف محبوب ماست

قطعہ

ہاتف غیبی کہ زحکم آلہ
کرد ندا درحرم خانقاہ
کای شرف عالم بہر تراست
گفت خدا اشرف محبوب ماست
بہر یک از اصحاب بدیں مژدۂ
گرچہ گلزار زجان خندۂ

کو میں نے شب قدر کی عزت سے ممتاز
کیا چنانچہ حضرت نور العین اور حضرت
در یتیم اور حضرت شیخ رکن الدین شاہباز اور
شیخ اصیل الدین سفید باز اور شیخ جمیل الدین
جرہ باز اور حضرت قاضی رفیع الدین اودھی اور
شیخ عارف اور شیخ معروف بہت سے قلندر
لوگ جو زیور تجرد سے آراستہ اور خوبیٔ یکتائی
سے پیراستہ تھے اور ملک محمود جو نہایت
خالص و مخلص مرید با اعتقاد تھے اور بہت
سے خدام بارگاہ اور مصاحبین درگاہ اس
خصوصیت سے مشرف ہوئے۔ صبح ہوتے
جس وقت کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے
فرشتے اوترتے ہیں اور اوس رحمن کے عنایات
نازل ہوتے ہیں، ہاتف غیبی نے لاکھوں
تعظیم و تکریم کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف
سے ندا دی کہ اشرف میرا محبوب اور
پیارا ہے

قطعہ

ہاتف غیبی نے بحکم خدا
دی حرم پاک میں آکر ندا
ہے شرف دو جہاں حصہ ترا
بولا خدا پیارا ہے اشرف مرا

مجموع اصحاب باستماع این بشارت جانفزا و ہر یک احباب باطلاع این اشارت دلکشا فرحت کونین یافتند دارین گرفتند لسان حال شان بدیں ترانۂ مترنم آمد ؎

بدیں مژدہ گر جان فشانم رواست
کہ ایں مژدہ آسائش جان ماست

حضرت قدوۃ الکبرا چنانچہ بعادت معہودہ وخوئے پسندیدہ خویش نماز بامداد بمکۂ معظمہ زادہا اللہ تکریماً ادامی کردند ہمچنان برائے ادائے نماز بامداد در رفتند و بشرائط تمام نماز گزارند حضرت شیخ نجم الدین اصفہانیؒ کہ قبلۂ اصحاب حرم وکعبہ ارباب کرم بودند بمجرد رویت حضرت قدوۃ الکبرا فرمودند کہ بیا اے محبوب یزدانی و این خطاب سبحانی بہ اشرف سمنانی مبارک باد بالنبی و آلہ الامجاد حضرت قدوۃ الکبرا بہ تعظیم عظیم سر فرود آوردند و حضرت شیخ نجم الدین بتکریم و تحریم در کنار گرفتند چنانچہ

جب کہ احباب نے یہ مژدہ سنا جو تھا وہاں گل کی طرح کھل گیا سب نے اس جانفزا خوشخبری اور دلکشا اشارہ سن کر اور آگاہ ہو کر کونین کی مسرت پائی اور دارین کی فرحت حاصل کی۔ زبان حال سے ہر ایک نغمہ سرا ہوا ؎

ہے قربان جان اس خوشی پر مری
کہ اس مژدہ سے راحتِ جاں ملی

حضرت قدوۃ الکبرا اپنی مقررہ عادت اور پسندیدہ خصلت کے موافق فجر کی نماز مکہ معظمہ زادھا اللہ تکریما میں ادا فرمایا کرتے کرتے تھے معمول کے طور پر نماز فجر ادا کرنے وہاں گئے اور نماز کامل طور پر ادا فرمائی حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی جو اہل حرم و ارباب کرم کے قبلہ وکعبہ تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کو دیکھتے ہی فرمایا کہ آئیے اے محبوب یزدانی اور یہ خطاب حق سبحانہ تعالیٰ کا اشرف سمنانی کو مبارک ہو۔ بالنبی و آلہ الامجاد۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے

؏ بعض دیگر کتب میں حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی کے نام کے بجائے حضرت شیخ نجم الدین تلندر کا اسم گرامی مذکور ہے اور وہ بھی پیر حرم تھے۔

هر یک اصحاب نزدیک پانصد مشائخ در
حرم حاضر بودند همه را حالتے غریب و وجدے
عجیب گذشت بر هر یک نسیم واردات
و شمیم گلشن مواجید وزیده همه ایں را تهنیت
کردند همچنیں جمیع اکابر روزگار و اماثل
نامدار هر که حضرت قدوة الکبرا را میدیدند
بهمیں خطاب و مخاطب می کردند"

(ایضا ص۲۲۳ تا ص۲۲۷)

بڑی تعظیم کے ساتھ سر جھکا لیا اور
حضرت شیخ نجم الدین نے اعزاز کے
ساتھ آپ کو گود میں لے لیا۔ چنانچہ سب
لوگ قریب پانسو مشائخ کے جو حرم میں
موجود تھے سب کی عجیب و غریب حالت
ہو گئی۔ ہر ایک پر واردات کی نسیم اور
گلستان مواجیدہ کی ہوا چل گئی سب نے
اس بات پر مبارک باد دی اسی طرح تمام
بزرگان زماں اور مشائخ یگانہ میں جو حضرت
قدوۃ الکبرا کو دیکھتا تھا اسی خطاب سے
مخاطب کرتا تھا۔

(ایضا ص۲۲۸ تا ص۲۳۰)

۶۔ در خاطر ایں فقیر کہ غریب نظام یمنی
است خطور کرد کہ یکے از شرائط معرفت
دل آنست کہ از احوال عالم ظاہر و باطن
خبر داشتہ باشد وایں بارہا بر ضمیر حضرت
قدوۃ الکبرا مکشوف شدہ است اما
عارفے دریں وقت باشد کہ از عابدان
و عارفان و ساکنان بحر خبر دہد بمجرد خطور
ایں خطرہ حضرت ایشاں بسوے ایں
خادم خطاب کردہ فرمودند کہ فرزند نظام الدین

۶۔ اس فقیر یعنی غریب نظام الدین یمنی کے
دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ معرفت دل کے
شرائط سے ایک شرط یہ ہے کہ دنیا کے
ظاہر و پوشیدہ حالتوں سے خبردار ہو اور
یہ بارہا حضرت قدوۃ الکبرا کے دل میں
کھل چکا ہے لیکن کوئی عارف اس زمانہ
میں ایسا ہے جو دریا کے رہنے والوں اور
عارفوں اور عابدوں کی خبر دے اس خطرہ
کے پیدا ہوتے ہی حضرت نے اس

این مقدار آگاہی نزد عارفان اللہ کم از
دانستن کاہ است ہمدرین گفتگو بودم کہ
آب دریا بشگافت و مردے ظاہر شد و
گفت اے نظام الدین من ازان مردانم
کہ در بحر عبادت میکنند این خادم پرسید
کہ شمارا چہ نام است و کجا می باشید و در
روش شما طریق ارادت و خلافت ہست
چنانچہ در اولیاء بر است گفت درین بحر
یک شہر یست کہ اورا "مدینۃ الاشرف"
میگویند در وے بزرگے ہست کہ اورا
درالبحر می نامند کہ خود را از کمترین خلفاء
اشرفی میگویند دہ ہزار کس مریدان صادق
و طالبان واثق دارد یکے از انہا منم کہ نام من
کیکل است این خادم گفت کہ پیرِ شما
بحضرتے کہ خودرا باو منسوب میدارند اینک
نشستہ اند بمجرد شنیدن این سخن از دریا
برآمدہ و لباسے دربرداشت کہ مناسب
لباس پریان بود بشرف پائیبوس مشرف
شد بحضرت قدوۃ الکبرا تکلم بسیار کرد
مقدار یک پاس ہمدیگر در تکلمات بودند
از اصحاب ہیچ کس ادراک کلمات این

خادم کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ فرزند
نظام الدین اس قدر جان لینا عارفان خدا کے
نزدیک گھاس کے جاننے سے کم ہے ہم
اسی گفتگو میں تھے کہ دریا کا پانی پھٹا اور
ایک مرد ظاہر ہوا اور بولا کہ اے نظام الدین
میں ان مردوں سے ہوں جو دریا میں
عبادت کرتے ہیں اس خادم نے پوچھا
کہ تمہارا کیا نام ہے اور کہاں رہتے ہو
اور تمہارے طریقہ میں مرید و خلیفہ ہونے
کا دستور ہے جیسا کہ خشکی کے اولیاء میں
ہے بولا کہ اس دریا میں ایک شہر ہے اسکو
"مدینۃ الاشرف" کہتے ہیں اس میں
ایک بزرگ ہیں جن کو درالبحر کہتے ہیں
جو اپنے کو کمترین خلفاء اشرفی سے کہلاتے
ہیں۔ دس ہزار آدمی اونکے مریدان صادق
و طالبان واثق ہیں اونمیں سے ایک میں
ہوں کہ میرا نام کیکل ہے اس خادم نے کہا
کہ تمہارے پیر جن حضرت سے اپنے کو
منسوب کرتے ہیں وہ یہ تشریف فرما ہیں
اس بات کے سنتے ہی وہ دریا سے نکلا
اور ایسا لباس پہنے تھا جو پریوں کے

شان نکردند۔

(ایضا صـ۲۶۱ تا صـ۲۶۲)

۷۔ بیشتر از سائران روزگار و مسافران دیار دیده اند ہمہ اکابر صوفیہ و ائمہ طائفہ علیہ و جمع از فقرا و فرقہ از فضلا در ادائے تراویح بہ مقتضائے مَنْ صَلّٰے خَلْفَ اِمَامٍ تَقِیٍّ فَکَاَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ اِمَامٍ نَبِیٍّ بحضرت قدوۃ الکبرا اقتدا میکردند گاہے چناں بودے کہ در یک شب ختم قرآن میکردند بعضے از آسودگان طبیعت تحمل کلفت قیام نتوانستند ختمے معہودہ شنیدہ بدر می آمدند اما آنہا کہ مرتاض بودند ایں نوع قیام را معراج تمام میدانستند نزدیک یک صد کس اہل کمال بودند کہ دریں جامع انحصار می فرمودند"

(ایضا صـ۲۶۲ تا صـ۲۶۳)

لباس کی طرح تھا شرف قدمبوسی سے مشرف ہوا حضرت قدوۃ الکبرا سے بہت سی باتیں کیں کوئی ایک پہر باہمی گفتگو میں تھے ساتھیوں میں ان کی باتوں سے کوئی کچھ نہ سمجھا

(ایضا صـ۲۶۴ تا صـ۲۲۶)

"بہتیرے سیاحان روزگار و مسافران دیار نے دیکھا ہے۔ تمام بزرگان صوفیہ و ائمہ طائفہ علیہ اور فقرا کی جماعت اور فضلا کا گروہ تراویح ادا کرنے موافق اس کے کہ جس نے کسی پرہیزگار امام کے پیچھے نماز پڑھی تو گویا نبی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب حاصل کیا حضرت قدوۃ الکبرا کی اقتدا کرتے تھے کبھی ایسا ہوتا کہ ایک رات میں قرآن ختم فرماتے۔ بعضے آرام طلب قیام کی تکلیف برداشت نہ کر سکتے ایک معین ختم سن کر باہر آجاتے تھے لیکن جو لوگ محنتی تھے وہ اس قسم کے قیام کو معراج کامل سمجھتے تھے تقریباً سو ارباب کمال تھے جو اس جامع میں حاضری دیتے تھے" (ایضا صـ۲۶۶، صـ۲۶۷)

۸۔ فرمودند کہ از تاریخ بستم رمضان مرا از من شدند و در صحرائے مشاہدہ عالم غیبی و بدریائے معائنہ اسرار لاریبی فگندند تمام از خود رفتہ بودم ہیچ یاد ندارم کہ دریں روزہا از من ادائے آمدہ است یا نہ اصحاب عرض کردند کہ از حضرت قدوۃ الکبرا ہیچ ادبے از آداب نماز و دقیقہ از دقائق را زفرو افتادہ است فرمودند کہ الحمد للہ وقت اشرف چوں وقت شیخ اکبر و سید الطائفہ محفوظ داشتند"

(ایضا ص ۲۶۴)

"فرمایا کہ تاریخ بیسویں رمضان سے مجھکو آپے سے باہر لے گئے اور مشاھدۂ عالم غیب کے صحرا اور معاینہ اسرار لاریب کے دریا میں ڈالدیا بالکل آپے سے باہر میں چلا گیا تھا مجھے کچھ یاد نہیں کہ ان دنوں میں مجھ سے کچھ ادا ہوا ہے یا نہیں ساتھیوں نے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا سے کوئی ادب نماز کا اور کوئی دقیقہ راز کا نہیں چھوٹا ہے۔ فرمایا، کہ اللہ کا شکر ہے کہ اشرف کا وقت شیخ اکبر اور سید الطائفہ کے وقت کی طرح محفوظ رکھا۔

(ایضا ص ۲۶۷، ص ۲۶۸)

۹۔ حضرت قدوۃ الکبرا می فرمودند کہ خواجہ حافظ شیرازی یکے از مجذوبان درگاہ عالی و محبوبان بارگاہ متعالی ست بایں فقیر نیازمندی داشت و مدتے بہم دیگر صحبت درشتیم

(ایضا ص ۲۷۳)

"حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خواجہ حافظ شیرازی درگاہ بلند و بالا درگاہ حق تعالیٰ کے ایک مجذوب و محبوب تھے اس فقیر کے ساتھ نیازمندی رکھتے تھے اور عرصہ تک ہم دونوں ساتھ رہے

(ایضا ص ۲۷۷)

۱۰۔ حضرت قدوۃ الکبرا می فرمودند کہ بعضے گمان می برند کہ نوافل عبادت از خدمت بہتر است غلط کردہ اند چہ ثمرہ و نتیجۂ خدمت محبت و تمکن در دلہا

"حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بعضوں کا خیال ہے کہ نفل عبادتیں خدمت کرنے سے بہتر ہیں یہ اونکی غلطی ہے کیونکہ خدمت کا ثمرہ و نتیجہ محبت اور دلوں میں گھر کر لینا

است چہ خدمت احسان است و محبت محسن از لوازم جُبِلَتِ القُلُوبُ علی حُبِّ مَن اَحسَنَ اِلَیہا و محبت ارباب قلوب طاہر کہ نتیجۂ خدمت است ہرگز باثمرہ و نتیجۂ نوافل عبادت برابرش نہ خواہد بود مکررؔ می خواندند شعر

خدمت ترا بکنگرۂ کبریا کشد
ایں سقف گاہ را بہ ازیں نردبان مخواہ

بیت

ارادت نہ داری سعادت مجوے
بچوگان خدمت توان برد گوے

شعر

دست بزن در کمر مقبلاں
سر مکش از خدمت رو شنیددلاں

(ایضا ص۳۰۵، ص۳۰۶)

۱۱- حضرت قدوۃ الکبرا می فرمودند کہ ہیچ آفریدہ مرا آن مقدار ممنون احسان خود نکردہ است چنانچہ نور العین بخدمت مرا بندہ ساختہ است شعر

اگر بندہ در کار مولے بود
نہ مولے بود بلکہ مولے بود

ہے کیونکہ خدمت احسان ہے اور محسن کی محبت ضرور ہوتی ہے محسن کی محبت پر قلوب کی خلقت کی گئی ہے اور پاک دل والوں کی محبت جو خدمت کا نتیجہ ہے ہرگز بلحاظ ثمرہ و نتیجہ کے نفل عبادتیں اوسکے برابر نہ ہوگی بار بار فرماتے تھے شعر

خدمت سے ہو رسائی بدرگاہی کبریا
اس چھت کا اس سے بڑھ کے نہ زینہ تلاش کر

بیت

ارادت نہیں تو سعادت نہیں
بغیر اس کے جیتا ہے کوئی کہیں

شعر

خوب پکڑ لے کمر مقبلاں
چھوڑ نہ تو خدمت روشن دلاں

(ایضا ص۳۱۱، ص۳۱۱)

"حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کسی مخلوق نے مجھکو اپنا اسقدر ممنون احسان نہیں کیا ہے جیسا کہ نور العین نے میری خدمت کر کے مجھکو اپنا بندہ بنا لیا ہے۔ شعر

اگر بندہ کرتا ہے مولے کا کام
نہیں بندہ وہ اوسکا مولے ہے نام

مدتے بست سال آب وضوے من
پنہاں خوردہ اند از حق تعالےٰ خواستہ ام
کہ آثار این آب حیات و برکات
از وے و فرزندان وے تا ابدالآباد
روز بروز ترقی گرداناد بالنبی وآلہ الامجاد

شعر

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس
خداداد بر دادہ کردم سپاس

(ایضاً ص ۳۰۷)

۱۲۔ طائف والیان عالم را حضرت
قدوۃ الکبرا قوم خود گفتہ اند (ایضاً ص ۳۲۷)

۱۳۔ قطب الاقطاب در تمام عالم ذات
واحد بود و چند الفاظ مترادف بر اسامی
متبرکہ ایشان اطلاق کردہ اند مثل قطب
الدائرہ و غوث الاعظم و انسان کامل و قطب
الاقطاب و قطب الاعلی و مظہر کلی و
جہانگیر ولیکن عنداللہ اسم شریف غوث
عبداللہ است کہ یگانۂ روزگار و فرید
اعصار بود حق تعالےٰ ذات یگانہ او را
مظہر کلی اسرار و منظر انظار خود کردہ از
عالم در ہر زمانہ بر قطب ابراہیم قیل علی

بیس برس تک میرے وضو کے پانی کو پوشیدہ
طور پر پیا ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے
کہ اس آب حیات کے آثار و برکات اون سے
اور اونکی اولاد سے کبھی کبھی نہ جائیں اور دن بہ
دن ترقی، خدا عطا کرتا رہے۔ صدقہ نبی کا اور
انکی بزرگ اولاد کا شعر

خدا سے کیا میں نے جس کی دعا
تو الحمدللہ اس نے دیا

(ایضاً ص ۳۱۲)

۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے گروہ والیان عالم کو
اپنی قوم فرمایا ہے۔ (ایضاً ص ۳۳۲)

۔ قطب الاقطاب دنیا بھر میں ایک ہوتا ہے۔
اور چند الفاظ انکے اسماء گرامی میں بولتے ہیں
مثلاً قطب الدائرہ و غوث اعظم و انسان کامل
و قطب الاقطاب و قطب الاعلی و مظہر کلی و
جہانگیر۔ لیکن خدا کے نزدیک غوث کا اسم
شریف عبداللہ ہے۔ کیونکہ وہ یکتائے زمانہ
و بے مثل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسکی ذات
یکتا کو دنیا بھر میں اپنے اسرار کا مظہر کلی اور
اپنے انظار کا منظر ہر زمانہ میں بنا دیا ہے
قطب ابراہیم اور بعض کے نزدیک قطب

قلب اسرافیل قیام وجود عنصری و
صورت پیکری یادست حضرت کبیر
بعرض حضرت قدوۃ الکبرا رسانیدند کہ مراد
از قلب اسرافیل چہ بود فرمودند مراد از قلب
اسرافیل مشرف ویست چہ ہر ولی از
اولیاء خدا بمشرب یکے از انبیاء و بقدم
ایشان باشد تقریباً می فرمودند چوں
قوت جذبۂ شیخ مصلحت خجندی اشتہار
یافت حضرت شیخ نجم الدین کبرے یکے
از مریدان را بدیدن ایشان فرستادند و
فرمودند کہ ہرچہ ازاں عزیز شنوی بما
عرض کن چوں بہ خجند بملازمت حضرت
شیخ مصلحت رسیدہ فرمودند از کجا می
آئی درویش گفت از خوارزم شیخ
مصلحت فرمودند کہ آں جہود تو خوش
ست و مراد از وے حضرت شیخ نجم الدین
کبرے داشتہ اند مرید ایشان بسیار
ازیں منکر شدہ باز گشت و بحضرت
ایشان رسیدہ برسیدند ہرچہ ازاں عزیز
اہل تمیز شنیدۂ بگو مرید گفت سخنے فرمودہ
اند کہ گفتن نمی توانم فرمودند ترا چہ کار است

اسرافیل پر انکے وجود عنصری و صورت پیکری
کا قیام ہے حضرت کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا
سے عرض کیا کہ قلب اسرافیل سے کیا مراد
ہے فرمایا قلب اسرافیل سے انکا مشرب
مراد ہے کیونکہ ہر ایک ولی کسی ایک نبی کے
مشرب اور انکے قدم پر ہوتا ہے قریب قریب
فرماتے تھے کہ جب شیخ مصلحت خجندی کی
قوت جذبہ کی شہرت ہوئی حضرت شیخ نجم الدین
کبرے نے ایک مرید کو انکے دیکھنے کیلئے
بھیجا فرمایا کہ ان بزرگ سے جو سننا مجھ سے
کہنا وہ مرید جب خجند میں شیخ مصلحت کی
خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے فرمایا کہ
کہاں سے آتے ہو؟ درویش (مرید) نے
کہا کہ خوارزم سے۔ شیخ مصلحت نے فرمایا
کہ تمہارا جہود اچھا ہے؟ اس سے مراد
حضرت شیخ نجم الدین کبرے کو لیا ہے انکا
مرید اس کہنے سے بہت شکستہ ہو کر واپس
ہوا اور خدمت شیخ میں پہونچا آپ نے پوچھا
کہ کچھ ان بزرگ ممتاز سے تم نے سنا ہے انکو
کہو۔ مرید نے کہا کہ انھوں نے ایسی بات
کہی ہے جسکو میں نہیں کہہ سکتا۔ فرمایا تم کو

شعر

ترا با پیام بزرگان چہ کار
تصرف نیاید دریں پردہ کار

دریں سخن ہرچہ شنیدۂ البتہ بگو گفت چوں بشرف ملازمت حضرت شیخ مصلحت مشرف شدم فرمودند کہ جہود تو خوش است حضرت شیخ نجم الدین بمجرد استماع ایں سخن در ذوق در آمدند و سماع بنیاد نہادند حالتے غریب وجدے عجیب تا یکپاس بایشاں بود چوں از حال فرود آمدند آں مرید موجب استبشار، استفسار کردہ فرمودند کہ مدتے مرید گذشتہ بود کہ متردد بودہ ام و نمی دانستم کہ من بر قلب کرام پیغامبرام از اشارت آں بزرگوار معلوم کردم کہ بر قلب موسیٰ علیہ السلام بودہ ام چہ جہود قوم موسیٰ اند۔ شعر

چہ دانند مرغان دام ہوا
ترنم سرائے طیور علا

حضرت قاضی رفیع الدین رابسیار قلق واضطرار بود کہ بدانند حضرت قدوۃ الکبرا

اس سے کیا کام ہے۔ شعر

بزرگوں کا پہونچا دے تو ہر پیام
تصرف کا اس پردہ میں کیا ہے کام

اس بارے میں جو کچھ بھی سنا ہو ضرور کہو مرید نے کہا کہ حضرت شیخ مصلحت کی شرف ملازمت سے جب میں مشرف ہوا تو فرمایا کہ تیرا جہود اچھا ہے۔ حضرت شیخ نجم الدین اسکو سنتے ہی ذوق میں آگئے اور سماع قائم کیا عجیب و غریب حالت و وجد ایک پہر تک ان پر رہا۔ جب وہ حالت گئی اس مرید نے خوش کرنے کا سبب دریافت کیا فرمایا کہ ایک عرصہ گذر چکا تھا کہ مجھے تردد تھا اور نہیں معلوم تھا کہ میں کس پیغمبر کے قلب پر ہوں ان بزرگوار کے اشارے سے مجھے پتہ چلا کہ میں قلب موسیٰ پر رہا ہوں کیونکہ جہود موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے۔ شعر

نہ جانیں گے مرغان دام ہوا
کہ ہے طائر قدس کا نغمہ کیا

حضرت قاضی رفیع الدین کو اسکے جاننے کیلئے بڑی بے چینی تھی کہ حضرت قدوۃ الکبرا

بقلب یکے از کدام انبیاء راہ پیمودہ اند و بمشرب کدام از اصفیاے ولے مقاصد نمودہ اند بنابر رفیع الدین قلق بحضرت قدوۃ الکبرا عرض نمودند فرمودند مرا ہم مدتے اشتباہ درین را بود کہ من بقلب کدام نبی ام آخر الامر بحضرت شیخ نجم الدین اصفہانی رجوع کردیم و فرزند تنکر قلی را بحضرت ایشان فرستادیم کہ آنچہ فرمانید مرا ازان اعلام کن چوں تنکر قلی بعد از قطع مراحل و منازل بحضرت شیخ نجم الدین در مکہ معظمہ رسید و بشرف ملازمت ایشان مشرف شد فرمودند خوش آمدی نور آں آفتاب پرست در جبیں تو ہویدا می بینم و ظہور ہمسایۂ خور در بشرۂ تو پیدا می یابم آفتاب پرست تو خوش است تنکر قلی را باستماع این سخن اندکے تغیر یافت چوں بموجب فرمودۂ حضرت قدوۃ الکبرا مامور بامتثال بود گفت خوش ست و مشتاق لقاے شریف باز شیخ نجم الدین فرمودند کہ آفتاب پرست تو در چہ کار ست میگوید کہ چوں از التفات انظار حضرت

نے کس نبی کے قلب پر سلوک فرمایا ہے۔ اور کس برگزیدہ کے مشرب میں فائز المرام ہوئے ہیں اس قلق کے دفع کرنے کیلئے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا فرمایا کہ مجھکو خود عرصہ تک اس بارے میں شبہہ تھا کہ میں کس نبی کے قلب پر ہوں بالآخر حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی کی طرف ہم نے رجوع کیا اور فرزند تنکر قلی کو انکی خدمت میں بھیجا کہ جو کچھ فرمائیں مجھکو اسکی خبر دو جب تنکر قلی منزلوں کو طے کر کے حضرت شیخ نجم الدین کے پاس مکہ معظمہ میں پہونچے اور ان کی شرف ملازمت سے مشرف ہوتے فرمایا کہ خوب آتے۔ اس آفتاب پرست کا نور تمھاری پیشانی میں روشن دیکھ رہا ہوں اور سورج کے ہمسایہ کا ظہور تمھارے چہرے میں ظاہر پاتا ہوں۔ تمھارا آفتاب پرست اچھا ہے؟ تنکر قلی نے اس بات کو سن کر اپنے دل کی حالت غیر پائی چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کا حکم تھا لہذا تعمیل میں کہا کہ اچھے ہیں۔

قدوۃ الکبرا بہرہ مند بودیم دانستیم کہ از نسبت
توجہ الی اللہ می پرسند عرض کردیم کہ نور آفتاب
را در شیشہائے مختلف الالوان و روئے
خورد آئینہائے مختلف الجواہر می بیند فرمودند
اگر چشم خیرہ ندارد چرا بر آسمانش نمی نگرد و
آئینہ اگر زنگ ندارد چرا اینہارا در خور نمی
بیند تنکر قلی چوں استماع کلام شریف
کرد روئے بسوئے حضرت قدولکبرا نہاد
کہ دل در انتظار او در برو دیدہ بود
شفقت تمام داشتہ اند جواب صواب
مقصود کلی انگاشتہ

قطعہ

چوں خوش آن روز کہ از یار پیامے برسد
کہ پیامے کہ کلامے کہ سلامے برسد
قاصد یار اگر گام نہد بر دامن
دل شوریدہ ازان گام بکامے برسد

حضرت قدوۃ الکبرا دریں بودہ اند کہ برید بشارت
در رسید فرمودند کہ چہ گفتند گفت کہ حضرت
شیخ نجم الدین چوں مرا دیدند فرمودند کہ آفتاب
پرست توجہ کار میکند گفتم انچہ مذکور شد
حضرت قدوۃ الکبرا را اثر بہجت بر بشرہ

اور ملاقات کی اشتیاق ہے پھر شیخ نجم الدین نے
فرمایا کہ تمھارا آفتاب پرست کس کام میں ہے
تنکر قلی فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا
کی توجہ نظر سے ہم بہرہ مند تھے سمجھ گئے کہ
توجہ الی اللہ کی نسبت دریافت فرماتے ہیں ہم
نے عرض کیا نور آفتاب کو مختلف رنگ کے شیشوں
میں اور چہرۂ خورشید کو مختلف جواہر کے آئینوں
میں دیکھتے ہیں فرمایا۔ اگر آنکھیں خیرہ نہیں ہیں تو
اسکو آسمان کیوں نہیں دیکھتا اور آئینہ اگر زنگدار
نہیں ہے تو کیوں ان باتوں کو آفتاب ہی میں نہیں
دیکھتا تنکر قلی نے جب اس بات کو سنا تو حضرت
قدوۃ الکبرا کی طرف رخ کیا کیونکہ حضور کا دل
منتظر اور آنکھیں ہر دم دروازہ پر تھیں تنکر قلی
پر بڑا کرم فرماتے رہے ہیں اور جواب باصواب
کو مقصود کلی باور فرمایا قطعہ

کیسا اچھا ہے وہ دن یار کا آتے جو پیام
اطلاع کوئی کوئی بات ہو یا کوئی سلام
قاصد یار قدم رکھے مرے در پہ اگر
ہو رسائی دل شوریدہ کی نا مقصد و کام

حضرت قدوۃ الکبرا اسی حال میں تھے کہ مژدہ رساں
پہونچ گیا فرمایا کہ انھوں نے کیا کہا ہے؟ تنکر قلی

میمون و رنگ فرحت براسرۂ ہمایوں پیدا
آمد فرمودند الحمدللہ کہ حق تعالیٰ مرابقدم عیسیٰ
رسانید و کارمن بقلب مسیحا انجامید۔ شیخ
ابوالوفا خوارزمی میفرمودند کہ از طوارق و خوارق
حضرت قدوۃ الکبرا نیز معلوم می شد کہ ایشان
عیسوی المذہب اند چہ احیاے موتی و
ابرار اکمہ وابرص معجزۂ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام بود بعینہ این خوارق از حضرت
قدوۃ الکبرا بظہور پیوست“

(ایضاً ص۳۲۸ تا ص۳۳۳)

نے کہا کہ حضرت نجم الدین نے جب مجھکو
دیکھا تو فرمایا کہ تمھارا آفتاب پرست کیا کرتا ہے
میں نے جوابدیا جو واقعہ پہلے مذکور ہو چکا ہے
حضرت قدوۃ الکبرا کے مبارک چہرہ اور مقدس
پیشانی پر خوشی کے آثار ظاہر ہوے فرمایا۔
الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو قدم عیسیٰ تک رسائی
عطا فرمائی اور میرے کام کو قلب مسیحا پر انجام دیا۔
شیخ ابوالوفا خوارزمی فرماتے تھے کہ حضرت
قدوۃ الکبرا کے عادات و کرامات سے بھی معلوم
ہوتا تھا کہ عیسوی المشرب ہیں کیونکہ مردہ کو زندہ
کرنا اور اندھے کوڑھی کو تندرست کرنا حضرت
عیسیٰ علیہ اسلام کا معجزہ تھا بعینہ یہی حضرت
قدوۃ الکبرا کی کرامتوں سے ظاہر ہوا۔“

(ایضاً ص۳۳۲ تا ص۳۳۸)

۱۴۔ حضرت قدوۃ الکبرا میفرمودند کہ
انتشاء روزگار و بقاے عالم ناپائدار
بواسطۂ عنصر شریف غوث و
برابطۂ پیکر لطیف اوست اگر وجود
عفیف او طرفت العین مفقود بود
عالم نابود گردد

(ایضاً ص۳۳۹)

”حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ
خلقت عالم و بقاے دنیاے حادث
غوث کے عنصر شریف و پیکر لطیف
کے واسطہ و وسیلہ سے ہے اگر غوث
کا وجود محترم چشم زدن کو مفقود ہو جائے
تو دنیا نیست و نابود ہو جاتے“۔

(ایضاً ص۳۴۲)

۱۵۔ حضرت قدوۃ الکبرا میفر مودند کہ بعضے از اولیاء خدا کہ امی بودہ اند بشرف غوثے مشرف شدہ اند چنانچہ حضرت شیخ ابو العباس قصاب کردے قبلۂ زماں خود بود و غوث روزگار ولیکن امی بودہ اند کہ در کاف و کاف فرق کردن نمی توانست شیخ ابو الحسن خرقانی نیز امی بودہ اند ولیکن غوث روزگار خود بودند"

(ایضا ص ۳۴۳)

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ بعض اولیاء اللہ جو پڑھے لکھے نہ تھے شرف غوثیت سے مشرف ہوئے ہیں مثلاً شیخ ابو العباس قصاب کہ آپ اپنے زمانہ کے قبلہ اور غوث وقت تھے لیکن پڑھے لکھے نہ تھے کہ کاف اور قاف میں فرق نہ کر سکتے تھے۔ شیخ ابو الحسن خرقانی بھی بے پڑھے لکھے تھے لیکن غوث وقت تھے۔

(ایضا ص ۳۴۶ - ۳۴۷)

۱۶۔ فرمودند الحمد للہ میسر آمد (چند سطور کے بعد) فرمودند امشب کہ استفتاح شہر رجب از سبعین و سبع مائۃ است غوث روزگار و قطب گرداں دوار کہ از دے در جبل الفتح مشرف شدہ بودیم حق تعالیٰ از صحرائے شہادت بہ بیدائے غیبت غیب و نیز و رحت وجود از زاویہ حس بخانہ معقول سپرد ہر اک از اکابر روزگار داماشر نامدار توقع بران داشتہ و ہمت کلی بران گماشتہ بودند کہ ایں عہدۂ شریعت و منصب لطیف بمایان مفوض گرد در ہیچکس را دواج ابہت در بر و تاج عظمت بر سر راست نیامد شعر

ہمہ کس بمیدان کوشش درا اند
ولے گوے دولت نہ ہر کس برند

۳۵۶۔ "فرمایا۔ الحمد للہ مل گیا۔ چند سطور کے بعد فرمایا آج کی رات کہ یکم ماہ رجب ۷۷۰ھ ہے غوث زمانہ و قطب یگانہ کو کہ جن جبل الفتح پر مشرف ہوئے تھے اللہ تعالیٰ صحرائے شہادت سے بیابان غیب الغیب میں لے گیا ہے اور ان کے سراپا وجود کو عالم محسوس کے گوشہ سے نکال کر دنیائے معقول کے گھر میں رکھ دیا ہے اور سارے بزرگان و مقتدایان زمانہ اس کی امید رکھے اور پوری کوشش کر رہے تھے کہ یہ بزرگ عہدہ اور مبارک منصب ہمارے سپرد ہو اور کسی بدن پر قیمتی لباس اور کسی کے سر پر عظمت کا تاج ٹھیک نہیں اوترا شعر۔

حق تعالیٰ از لطف بے نہایت و الطاف لاغایت
خود فرق فقیر در آن تاج و بر حقیر از در آن
دواج سر کرد ذالک فضل اللہ یوتیہ من
یشاء واللہ ذو الفضل العظیم و این
شکرانہ بموجب آں بود کہ لائق بے چارہ مجذوب
شہزادے دارد شعر۔

شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا
بر منتہائے ہمت خود کامران شدم

ہر اک اصحاب باستماع ایں نوید
جانفزاں و ہمہ احباب باطلاع ایں برید دلکشا
کوس شادمانی در چہار سوے عالم زدند و کاس
دولت دکامرانے در میخانۂ ارم نوشیدند

(ایضاً صـ ۳۵۳ تا ۳۵۵)

تھے کوشش کے میداں میں سارے گئے
مگر گیند کو سب ہنیں لے گئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے بے انتہا لطف اور
غیر متناہی کرم سے فقیر کے سر کو اس تاج کیلئے
اور حقیر کے بدن کو اس لباس کیلئے تجویز
فرمایا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ
ذو الفضل العظیم اور یہ شکرانہ تھا جسکو
بیچارہ مجذوب شہزادی کہتے ہیں شعر

شکر خدا کہ میں نے طلب اس سے جو کیا
خواہش کے انتہا کے موافق مجھے ملا

تمام اصحاب و احباب نے اس نوید جانفزا ر
کو سنکر اور اس مژدۂ دلکشا پر مطلع ہوکر چار دانگ
عالم میں مسرت کا نقارہ بجایا اور میخانۂ ارم میں جام
دولت و کامیابی کو نوش کیا۔

(ایضاً صـ ۳۵۶ و صـ تا ۳۵۸)

۱۷۔ بعد ازیں حکم نصب و عزل باین فقیر
دادند و رحلت روزگار بمن سپردند۔

(ایضاً صـ ۳۵۶)

اب سے عہدۂ دینا اور معزول کرنا اس فقیر
کو عطا ہوا ہے اور دورۂ عالم میرے سپرد کیا ہے

(ایضاً صـ ۳۵۹)

۱۸۔ حضرت قدوۃ الکبرا میفرمودند کہ پیش
از تفویض ایں عہدہ فقیر در امامان بود و مرا
عبدالملک می گفتند مکانم بجانب یسار سریر

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ اس
عہدہ کی سپردگی سے پہلے یہ فقیر امامان میں
تھا اور مجھکو عبدالملک کہتے تھے میری جگہ

غوث بود چوں مکاں ایں فقیر بہ تمکیں غوث متمکن شد عبد الرب کہ بجانب یمین سریر غوث بود بجانب یسار آمد و بجانب یمیں یکے از اوتاد در آمد و در اوتاد یکے از ابدال و در ابدال یکے از اخیار و در اخیار یکے از ابرار در ابرار یکے از نجبا و در نجبا یکے از نقبا و در نقبا یکے از عموم موناں مخصوص کردند و دریں بار بہ درخواست ایں فقیر تنکر قلی را در آوردند۔

(ایضا ص ۳۵۶، ۳۵۷)

تخت غوث کے بائیں جانب تھی جب اِس فقیر کی جگہ مقام غوثیت ٹھہری تو عبد الرب جو تخت غوث کے داہنے جانب تھے بائیں طرف آئے اور داہنی طرف ایک اوتاد سے آئے اور اوتاد میں ایک ابدال سے اور ابدال میں ایک اخیار سے اور اخیار میں ایک ابرار سے اور ابرار میں ایک نجبا سے اور نجبا میں ایک نقبا سے اور نقبا میں ایک عام اہل ایماں سے آکر مخصوص ہوئے اور اس مرتبہ اس فقیر کے کہنے سے تنکر قلی کو نقبا میں داخل کیا ہے۔

(ایضا ص ۳۵۹، ۳۶۰)

۱۹۔ فرمودند در حین ملازمت حضرت سیری و ہنگام مجاورات حضرت مخدومی فرمودہ بودند وقتیکہ حق تعالیٰ شما را بشرف غوثے مشرف سازد فرزند نور را بہ عہدۂ قطبے سعی خواہید کرد۔

(ایضا ص ۳۶۰)

فرمایا کہ حضرت سیری و مخدومی کی ملازمت و خدمت کے زمانہ میں آپ نے فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ تمکو شرف غوثیت سے مشرف فرمائے تو فرزند نور کے لئے قطبیت کی کوشش کرنا۔

(ایضا ص ۳۶۳)

۲۰۔ حضرت قدوۃ الکبرا میفرمودند کہ جسم غوث از ہرچہ گویند لطیف تراست نقل میکردند کہ شیخ اکبر در طواف خانہ کعبہ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ غوث کا جسم جس قدر بیان کریں اس سے زیادہ لطیف ہے نقل کرتے تھے کہ شیخ اکبر نے

شخصے را دید کہ طواف میکرد و کسے را
مزاحمت نمی کند و اگر درمیان دو کس می در
آمد و بیرون میرفت ایشان را جدا نمی کرد
دانستم کہ روحی ست متجسد سر راہ وے
نگاہ داشتم و بروئے سلام کردم جواب
من باز داد با وے ہمراہی کردم درمیان
سخنان واقع شد دانستم کہ احمد سبتی ست
از وے سوال کردم کہ در وقت تو قطب زمان
کہ بود گفت منم و بعد از من سید جلال و
بعد از وے سید اشرف باشند ہکذا فی
طبقات الصوفیہ در ملازمت حضرت قدوۃ
الکبرا بارہا معائنہ شدہ است کہ بعضے ملوک
در خانہائے خویش حضرت ایشان را جائے
میدادند چنانکہ منازل ملوک تکلف و محفوظ
می باشد بودند در نیم شب حضرت ایشان
می بر آمدند و جائے می رفتند در و در بند
ہمچناں مغلق بود اکثر ایں خادم کہ نظام
یمنی ست دست و پا می مالید اغلب آنچناں
می شد کہ چوں دست بکمر میرسانیدم دست
من از ایں جانب بآں طرف میرفت اصلا
جسم مبارک بدست من حائل نمی شد گاہ گاہ

خانہ کعبہ کے طواف میں ایک شخص کو دیکھا کہ طواف
کر رہا تھا اور کسی سے مزاحمت نہیں کرتا اور
اگر دو شخص کے درمیان آجاتا اور نکل جاتا
تو ان کو جدا نہ کرتا میں نے جانا کہ ایک روح
ہے جسم دار۔ میں ان کا راستہ دیکھتا رہا
اور ان کو سلام کیا مجھے جواب سلام دیا میں
نے ان کی ہمراہی کی۔ بیچ میں بات
ہونے لگی تو معلوم ہوا کہ وہ احمد سبطی ہیں
میں نے سوال کیا کہ آپ کے زمانہ میں قطب
کون ہے فرمایا میں ہوں اور میرے بعد
سید جلال اور ان کے بعد سید اشرف
ہوں گے اسی طرح طبقات الصوفیہ میں
ہے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ کی ملازمت میں
بارہا دیکھا گیا کہ بعض سلاطین اپنے قصروں
میں حضرت کو ٹھہراتے تھے اور جس قدر
بادشاہوں کے محل مکلف و محفوظ ہوتے
ہیں ویسے ہی وہ ہوتے تھے آدھی رات کو
حضرت باہر تشریف لے آتے اور کہیں جاتے
تھے دروازہ اور قلعہ اسی طرح بند رہتا
اکثر یہ خادم نظام یمنی ہاتھ پاؤں دباتا تھا
بارہا ایسا ہوتا کہ جب ہاتھ کمر تک میں پہنچاتا

حائل ہم من شد و لیکن لطیف آنچنان بود کہ نتواں گفت ۔

(ایضاً ص ۳۶۳ - ۳۶۴)

۲

تو میرا ہاتھ ادھر سے ادھر چلا جاتا اور جسم مبارک بالکل میرے ہاتھ کے لئے حائل نہ ہوتا ۔ کبھی کبھی حائل بھی ہوتا ۔ لیکن ایسا لطیف تھا کہ کہا نہیں جا سکتا ۔

(ایضاً ص ۳۶۵ تا ۳۶۷)

۲۱ ۔ حضرت شیخ اصیل الدین سپید باز فرماتے ہیں کہ حضرت قدوۃ الکبرا کا ایک مرید تھا پیر علی نام ہزارہ کا رہنے والا سلوک میں شغل رکھتا تھا بہت سے اعلیٰ مقامات اور منازل کو طے کر چکا تھا لیکن ابھی رعیان تابتر کی سرحد تک نہ پہونچا تھا اور اس کا انجام کار نور الاسلام کے خاتمہ تک نہیں ہوا تھا ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کے بارے میں اسکے دل میں ایسا تردد لاحق ہوا جو بے اعتقادی و نافرمانی کا سبب اسکے لئے ہوگیا اور کچھ بے ادبیاں بھی اس سے ہوئیں ۔ ایک شخص نے اسکو حضور کے تو دن تک پہونچایا کہ پیر علی سے ایسا ناگوار امر ظاہر ہوا ہے فرمایا کہ وہ اس بزرگ خانوادہ اور قدیم سلسلہ سے راندہ ہوا ہے اس کو اس دائرہ سے نکال پھینکیں حضرت قدوۃ الکبرا کو جس وقت جلال قہر و ملال کا ظہور ہوتا تو کس کی مجال نہیں رہتی کہ بارگاہ حضور کا محرم ہوتا ۔

شعر :

اگر شعلہ زن ہو چراغ جلال پہاڑوں کی چوٹی ہو آتش مثال

جب پیر علی نے معلوم کیا تو بعض مریدین سے التجا کی کہ میری خطا کی اس بارگاہ عالم پناہ میں معافی چاہیں ہر چند کہ لوگوں نے کوشش کی تکدر کے بجائے صفائی نہ ہوئی بالآخر سفر کیلئے کمر بستہ ہوا اور ہمدان کی طرف رخ کیا جب حضرت پیر سید علی ہمدانی کے پاس پہونچا اپنی حالتوں سے مطلع کیا ۔ فرمایا کہ جس دروازہ کو فرزند سید اشرف جہانگیر نے بند کر دیا ہے ہم اسکو نہیں کھول سکتے ۔ یہاں بھی

جب عروس مقصود نے خلوت خانہ تقدیر سے رونمائی نہ کی۔ مایوس ہو کر پلٹا اور جہاں گیا کچھ عزت نہ پائی اور مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہوا محنت و کلفت کی منزلوں اور کو قطع کرنے کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ اے مردود جس دروازے کو میرے بھائی سید اشرف جہانگیر نے بند کر دیا ہے میں اسے نہیں کھول سکتا بلکہ آج روئے زمین پر کوئی نہیں ہے جو ان کے سامنے کھڑا ہو سکے۔

نہیں روئے زمیں پر آج کوئی جو ہو ان کے مقابل یہ ہے تو قیر
نہیں ہمت نکالے سر کو اس سے کوئی ہے یہ کمند شہ جہانگیر

(برکات چشتیہ ترجمہ لطائف اشرفیہ الفاضل کچھوچھوی بزرگوار حضور محدث اعظم ہند ۲۲۴، ۲۲۵)

۲۲ - حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت پیر مرشد فرماتے تھے کہ اے فرزند قبل اس کے کہ تو میرے پاس تشریف لائے حضرت خضر علیہ السلام نے ستر مرتبہ مجھ کو تمہاری آمد سے باخبر کیا تھا کہ ایک شہباز کو بحکم حضرت حق تعالیٰ ملک سمنان سے میں نے اڑایا ہے اور راستہ میں ہر بزرگ جال پھیلائے ہے اور میں کسی جال میں اترنے نہیں دیتا اور یہ کوشش لاتا ہوں تاکہ تمہارے جال میں آوے ہرگز ہرگز ان کی تربیت میں دریغ نہ رکھنا کیونکہ یہ ایک اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جو تم تک پہونچی ہے۔ شعر

ہوں لایا پاس تیرے مرغ لاہوت اسے دو دانۂ باقوت سے قوت

(ایضاً ص ۱۴۴)

۲۳ - حضرت قدوۃ الکبرا کا ایک سفر میں سیلان کے راستہ پر گذر ہوا اور ایسے جنگل میں موقع پڑا کہ چند کوس تک بالکل آبادی نہ تھی دو تین دن راستہ کو بے سامان کے طے کیا یہاں تک کہ بعض ساتھی بیقرار ہو گئے حضرت قدرۃ الکبرا اپنے دوستوں کے بے چینی سے آگاہ ہو کر فرمایا کہ لوہے کا ٹکڑا لاؤ ایک قلندر لوہے کی زنجیر رکھتا تھا لاکر سامنے

رکھ دیا آپ نے کچھ دیر اس پر نظر کی تو وہ کھرا سونا ہوگیا بابا حسین خادم کو فرمایا کہ جاؤ یہاں
پانچ چھ جریب کے فاصلہ پر ایک بازار ہے جس کو سوق المجانین کہتے ہیں اس سونے کو
خوردہ کرو لوگوں کے تین دن کی ایک خوراک کی مقدار بیچو اور باقی پانی میں ڈال دو
جب بابا حسین سوق المجانین میں آئے تو دیکھتے ہیں کہ حضرت در ہم کھڑے ہیں اور بازار
کا نظارہ کرتے ہیں اور ان کے مبارک ہاتھ میں درّہ ہے بابا حسین متحیر ہوئے کہ آپ کو
قدوۃ الکبرا ولایت اسلام اور اپنے مقام کی نگرانی کیلئے سپرد کر کے آئے تھے کس
طرح آپ یہاں آئے اور ہاتھ میں یہ درہ کیا ہے فرمایا کہ چپ رہو اور اولیاء اللہ کو نہ
دیکھو کہ ان کا آنا جانا آنکھ جھپکتے کوئی نادر امر نہیں ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے مجھ کو
سوق المجانین کا انتظام دیا ہے اس لئے ہاتھ میں درہ لئے ہوں کہ جو اس گروہ کے
طریقہ کے خلاف کرے اور ان کی حالت کے خلاف ہووے اس کو سزا دوں اور جب کبھی مجھ
کو اور اولیاء اللہ کو کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے تو اس سوق المجانین میں آتے ہیں
اور جو پسند ان کو ہوتا ہے اس کو کھاتے پیتے ہیں تم جس کام کے لئے آئے ہو کرو اور
جاؤ کیوں کہ حضرت قدوۃ الکبرا تمہارے منتظر ہیں۔ بابا حسین کو جو کچھ فرمایا تھا انہوں
نے کیا اور حضرت کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا کہ تین دن کی خوراک لوگوں کی
لایا ہوں اور باقی سونا پانی میں ڈال دیا ہے۔

(ایضاً ص ۴۴۵ - ۴۴۶)

۲۴۔ روح آباد (یعنی کچھوچھہ مقدسہ) میں بھی دو مقام آراستہ تھے ایک وحدت آباد
اور دوسرا کثرت آباد۔ آپ وحدت آباد میں آرام فرما تھے کہ جس میں ہم لوگوں نے سجادہ
بنایا ہے اور اس وحدت آباد کو دس صاحبوں کے سوا کسی نے نہیں اٹھایا حضرت نور العین
اور یہ خادم نظام غریب یمنی اور حضرت شیخ کبیر اور شیخ عارف وحضرت شیخ معروف
و شیخ الاسلام و شیخ رکن الدین شاہباز و شیخ مبارک و ملک محمود بابا حسین اور ایک

دوسرے راج نے جو دیوار اٹھاتا تھا اور یہ لوگ مٹی اور پانی کا کام کرتے تھے کبھی ہوتا کہ حضرت قدوۃ الکبرا اس جماعت کو اپنے عشرہ مبشرہ سے تعبیر فرماتے تھے اور کثرت آباد جسکو دائرہ سے باہر اٹھا تھا اس میں تمام نیازمند اور خانقاہ والے آرام کرتے تھے اور ذکر کا حلقہ یہاں فرماتے تھے اور دائرہ وحدت آباد کے نقطہ یعنی خساد شریف کا نظارہ لوگ دو مرتبہ پاتے اس کے سوا ممکن نہ تھا کہ آپ کے جمال کا مشاہدہ ہاتھ لگتا مگر کبھی کبھی حضرت نور العین و حضرت کبیر کو آدھی رات اور سحر کے وقت شرف حضور سے مشرف کرتے تھے شعر۔

خلق بہ اشرف مثال کثرت آباد آئی ہے　　　عارفوں کا ہے مقام وحدت آباد اک وطن

(ایضاً ص ۴۶۴ و ۴۶۵)

۲۵۔ ایک رات اس فقیر کے سر میں ندا کی کہ اشرف دنیا میں کیا ہاتھ لگا جو میری سب سے بڑی نعمت ہو ہم نے عرض کیا۔ بارخدایا اگرچہ تو نے مجھ کو بے حد نعمتیں دی ہیں ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا لیکن چار نعمتوں کا شکر میں ادا ہی نہیں کر سکتا اور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ مجھے ان چار چیزوں پر فخر ہوگا ایک یہ کہ مجھکو درگاہ مصطفےٰ و بارگاہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں اور جاروب کشوں میں پیدا کیا دوسرے یہ کہ حضرت والا درجت سرکار علائی کی شرکت خدمت سے مجھکو تو نے مشرف کیا تیسرے یہ کہ عرفان الٰہی و وجدان نامتناہی کی دولت و شوکت مجھے دی چوتھے یہ کہ دریائے حقائق کے دو گوہر اور کان دقائق کے دو جوہر مجھے نصیب کیا اور وہ دو گوہر ایک حضرت نور العین دوسرے حضرت کبیر ہیں خدا نے چاہا تو ان کی ولایت کی روشنیاں اور ہدایت کے اثرات قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ طفیل میں بنی اور ان کی پیاری اولاد کے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے ہر پیشوا اور رہنما کے اصحاب و احباب میں ایک پیر بھائی بالا ہوتا آیا ہے اور میرے احباب میں میرے فرزند شیخ کبیر ہیں جب حضرت

کبیر نے بیابان فنا سے میدان بقا کا سامان باندھا اور وصال حقیقی کی منزل میں پہنچے تو حضرت درِیتیم کو اس عہدہ سے سرفراز کیا اور فرمایا کہ یہ منصب میرے فرزندوں میں فرزند کبیر کی اولاد میں کسی ایک کو ہر زمانہ میں پہونچتا رہیگا انشاءاللہ تعالیٰ (ایضاً ص ۴۸۷ - ۴۸۸)

۲۶ ۔ دوسرے سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا شہر جونپور کی جامع مسجد میں اترے بعض مخلص احباب مثلاً حضرت کبیر و حضرت قاضی رفیع الدین اودھی و حضرت شیخ ابوالمکارم و خواجہ ابوالوفا خوارزمی گوشۂ مسجد میں شرف حاضری سے مشرف تھے حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک عجیب و غریب حال و وجد کا غلبہ تھا کہ کوئی بولنے کی تاب نہ رکھتا تھا بعض معرفت کی باتیں متشابہات کی اور وجد پیدا کرنے والی آپ فرماتے تھے اسی اثنا میں یہ کلمہ زبان مبارک سے نکل پڑا ۔ شعر

کیا جب دل نے دریا کی طرح جوش ہوا وہ ڈالکر دو موتی خاموش

فرمایا حضرت مخدوم سلطان سیّد جہانگیر نے کہ ۔ سارے لوگ میرے بندے کے بندے ہیں ۔ پہونچے ہوئے لوگوں نے گوشِ قبول سے سنا لیکن اس کا اظہار اچھا نہ سمجھا کیوں کہ بعض علماء ظاہر جو اسرار باطن سے باخبر نہیں ہیں اگر سن لیں تو تاب میں نہ رہیں اور انکار پر سر اٹھائیں ۔۔۔ (چند سطور بعد) ۔۔۔۔ کل بعض علماء زمانہ و فضلائے شہر نے حضرت میر (یعنی حضرت میر صدر جہاں) اور اس فقیر (یعنی ملک العلماء حضرت قاضی شہاب الدین) کے سامنے نقل کیا کہ ایسی بات حضرت سید (یعنی حضرت سید اشرف جہانگیر) سے نکل پڑی ہے بظاہر ابہام رکھتی ہے اب حضور کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ اس کا مضمون تو نہایت آسان ہے کہ لفظ الناس الخ الف لام کے ساتھ صادر ہوا ہے اور الف لام عہد کیلئے بھی آیا ہے کیوں کہ اکثر اہل زمانہ ہوا و ہوس کے بندے ہیں اور حق تعالیٰ

نے ہمارے نفسانی ہوا و ہوس کو ہمارا بندہ و محکوم بنا دیا ہے۔ جب اہل دنیا ہوائے نفسانی کے بندے ہوئے تو گویا ہمارے بندے کے بندے ہیں اور ہمارے محکوم کے محکوم ہیں احکام نفسانی کی کثرت کے اعتبار سے ایسا فرمایا ہے حضرت قدوۃ الکبریٰ قریب قریب فرماتے تھے کہ بادشاہ شہر نے ایک خط یوسف منزلت درویش کے حضور بھیجا کہ مجھ سے کچھ مانگو انہوں نے جواب میں اس رباعی کو لکھکر روانہ کر دیا۔

رباعی۔ ہے حرص و ہوا دو بندہ میرا　　مملوک خدائے رب اعلیٰ
بندوں کا ہمارے تو ہے بندہ　　کیا بندہ بندگان میں یارا

دوسرے معنی ذوق سے معلوم کرسکوگے اور جس نے ذوق نہ پایا وہ مزے کو نہ سمجھا حضرت قاضی نے جب مفہوم مضمون کو معلوم کیا تو نہایت پسند کیا خوش خوش روانہ ہوئے۔

(ایضاً ص ۵۴۶ - ۵۴۹)

۲۷ - ان کلمات شریفہ و مقامات لطیفہ کا جامع (نظام یمنی) ہر چند کہ دامن ہندوستان اور اطراف زمانہ و جوانب ملک میں بزرگان عصر و اکابر دہر کی خدمت میں پہونچا اور اس گروہ کے طرح طرح کے آداب برتے اور دیکھا سنا لیکن کسی بیٹے نے پیر کے اور طالب نے مطلوب کے ادبوں کا لحاظ ایسا نہیں کیا ہے جسطرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے پیر کی نسبت کیا ہے اس وقت سے کہ حضرت۔ حضور پیر مرشد کی ارادت سے شرف ہوئے ہیں جب تک کہ سفر آخرت فرمایا ہے ہر گز ان کی طرف پاؤں نہیں پھیلایا ہے اور نہ تھوک ڈالا بیت

گھٹے گا نہ رخسار کا آب و تاب　　کیا کس نے تف بر رخ آفتاب

اگر سرحد مغرب میں دو ہزار فرسنگ مسافت ہوتی۔ کوئی بارہ برس متفرق طور پر درگاہ عالم پناہ حضرت پیر و مرشد میں رہے تھے شہر جنت آباد میں بول

دہرانہ کیا۔"

(ایضاص ۵۵۵)

قارئین کرام! ابھی تک تو آپ لطائف اشرفی اور اس کا ترجمہ برکات چشتیہ ملاحظہ فرمارہے تھے۔ لطائف اشرفی کی تدوین آج سے تقریبًا چھ سو سال قبل ہوئی اور پیش کردہ ترجمہ بھی آج سے تقریبًا اکیاون سال قبل کا ہے اور اس کے مترجم مخدوم ملت حضور محدث اعظم ہند کے استاد محترم و والد بزرگوار حکیم الاسلام علامہ سید نذر اشرف فاضل کچھوچھوی قدس سرہ ہیں اور مذکورہ متن و ترجمہ کو حضور محدث اعظم نے اپنی نگرانی و ادارت میں ماہنامہ اشرفی ۱۹۲۳ء میں اور برکات چشتیہ کی صورت میں شائع فرمایا ہے اب ہم ماہنامہ اشرفی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یاد رہے اس ماہنامہ کے مدیر اعلیٰ خود حضور محدث اعظم ہند ہیں جو بقول المجدیہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی چلتی پھرتی پاور فل مشین ہے جنہوں نے اپنی قاہر سیادت اور خداداد خطبات سے ملک اعلیٰ حضرت کی ایسی اشاعت فرمائی کہ باد سموم کے ہلاکت خیز جھونکے اس شجر اہلسنت کو تو کیا اس کی برگ و شاخ کو بھی ہلا نہیں سکتے۔ ہدیۂ ہاشمی ص ک لہذا اپنی ساری توجہ مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفی حضور محدث اعظم کی طرف کر لیجئے۔

۲۸۔ آپ کو مہینوں بعد ہندوستان پہونچنا ہوا کے قریب اوچہ شریف میں آپ پہونچے تو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی حضرت نے فرمایا کہ عرصہ کے ایک طالب صادق کی مہک نے دماغ کو معطر کیا ہے اور ایک زمانہ کے بعد ایک فرزند رسول کے دیدار نے مسرور کیا ہے اے سلطان سید اشرف بس جلدی کرو اور دریائے شیخ میں بعجلت حاضر ہو میرے بھائی حضرت شیخ علاء الحق والدین تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور اپنے برکات و

نغمات سے آپ کو مالا مال کر دیا۔

(ماہنامہ اشرفی فروری ۱۹۲۶ء مطابق جمادی الآخر ۱۳۴۴ھ مضمون نگار حضرت محدث اعظم ہند صہ۱۰)

۲۹۔ راستہ میں بہار شریف ملا جس دن آپ بہار شریف پہونچے تھے اسی دن حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا۔ (ایضاً صہ۱۰)

۳۰۔ حضرت مخدوم الملک کو نور ولایت سے آپکی آمد معلوم تھی اس لئے سب خادموں اور وارثوں کو وصیت فرمائی تھی کہ ایک صحیح النسب سید فرزند رسول تارک سلطنت اور ساتوں قراتوں کا حافظ آرہا ہے میرے جنازہ کی نماز وہی پڑھادیں۔

(ایضاً صہ۱۰)

۳۱۔ آپ کو حضرت مخدوم الملک کے خلفا سے اور جنازہ کے پاس لے گئے سب لوگوں نے آپ سے نماز پڑھانے کو کہا پہلے تو آپ نے بطور انکسار انکار فرمایا اور پھر اصرار سے مجبور ہو کر نماز پڑھائی۔ (ایضاً صہ۱۰)

۳۲۔ اسی حالت میں حضرت مخدوم الملک کی روحانیت آگئی اور پھر فرمایا کہ فرزند اشرف خاطر جمع رکھو تمہارا پیر اب تک جلوہ افروز مسند رشد وہدایت ہے اور تمہارا انتظار فرما رہا ہے۔ (ایضاً صہ۱۱)

۳۳۔ ابھی آپ پنڈوہ کی سرحد پر نہیں پہونچے تھے کہ حضرت سلطان المرشدین مجمع میں بار بار فرمانے لگے کہ جسکا انتظار میں دو برس سے کر رہا ہوں وہ آج ہی کل میں پہونچنے والا ہے حضرت کو حضرت ابو العباس خواجہ خضر علیہ السلام نے ستر مرتبہ آپ کی آمد سے خبردار کیا تھا (ایضاً صہ۱۲)

۳۴۔ حضرت شیخ جس دن تم سمنان سے نکلے تھے اسی دن سے ہر ہر منزل پر میں تمہاری نگرانی کرتا تھا خدا کا شکر ہے کہ اب تمکو اپنے پاس دیکھتا ہوں میری ساری محنت ٹھکانے لگ گئی (ایضاً صہ۱۳)

۳۵- حضرت شیخ کو اس کی بڑی تمنا تھی کہ مولانا سلطان (یعنی سلطان سید اشرف) کیلئے کوئی لقب تجویز فرمائیں مگر آپ کو اس کا انتظار رہتا تھا کہ غیب سے کوئی خطاب عطا ہو مولانا سلطان - کی آمد کے چوتھے سال ایک شب کو جو شب برات تھی حضرت شیخ کے معمولات سے فارغ ہو کر خلوت میں تشریف فرما ہوئے اور ایک مراقبہ فرمایا یہاں تک کہ سحر کا وقت آگیا اور در و دیوار سے آواز آنے لگی کہ "جہانگیر" آپنے سمجھ لیا کہ یہ آسمانی خطاب ہوتا ہے - ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ فرزند اشرف کو خطاب جہانگیری مرحمت فرمایا گیا ہے

(ماہنامہ اشرفی مارچ ۱۹۲۴ء مضمون نگار حضور محدث اعظم ہند ص ۶)

۳۶- اس چار برس کی خدمت شیخ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دفعہ ۲۷ رمضان المبارک کی رات کو حضرت شیخ نے فرمایا کہ فرزند اشرف کوئی نعمت ابتدائی اور انتہائی میرے پاس نہ تھی جسے تم کو دے نہ دیا ہو - بس سمجھ لو کہ اب میں بالکل تم کو بھر کر خشک ہو گیا ہوں (ایضاً ص ۷)

۳۷- معترض کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا اور زبان درازی بڑھتی گئی حضرت پر جلال کا غلبہ ہوا - نظر قہر ڈالکر فرمایا کہ تم اتنا سمجھنے سے عاجز ہو کر میں " جہانگیر" ہوں - اب میں تم کو سمجھائے دیتا ہوں کہ میں جہانگیر ہوں بلکہ میں جانگیر بھی ہوں اور ارشاد کے ساتھ ساتھ معترض و نکتہ چیں کی جان نکل گئی سچ ہے ؎

خاصان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

اب مولانا السلطان کو سب لوگ حضرت مخدوم اشرف سید جہانگیر کہہ کر یاد کرنے لگے - (ایضاً ص ۷)

۳۸- حضرت چراغ ہند نے سنا تو پسند نہ کیا کہ جو شخص کل میرے پاس مرید ہونے آیا تھا آج وہ وہاں جاکر داخل سلسلہ ہو گیا - بشریت کے تقاضہ سے

شیخ کبیر کی جانب سے کشیدگی دل میں آگئی۔ اور حالت جلالت میں فرمادیا کہ کبیر جوانی میں ہی مرجائے گا حضرت شیخ کبیر کو اسی وقت معلوم ہوگیا کہ حضرت چراغ ہند جلال فرمارہے ہیں خود حضرت مخدوم صاحب کو اس حالت کی اطلاع ہوگئی فرمایا کہ فرزند کبیر تم کچھ نہ ڈرو کہ کبیر وضعیف ہوکر تم مروگے۔ ہاں جو تم کہہ دوگے اس میں وہ مبتلا ہوں گے حضرت کبیر نے عاجزانہ عرض کیا کہ میں ان کو کیا کہوں بس جو کچھ انہوں نے مجھ کو کہا ہے وہی ان کو نصیب ہو مخدوم صاحب نے کبیر کے اس ادب کو پسند فرمایا اور فرمایا کہ مشیت الہی واقع ہوچکی چنانچہ دونوں کا کہا پورا ہوا۔ شیخ کبیر پچیس ۲۵ برس کی عمر میں بڈھوں کی طرح ہوگئے اور پیر وضعیفی کے آثار ظاہر ہوگئے اور ان کے انتقال سے پانچ سال پہلے ہی حضرت چراغ ہند کا چراغ ہدایت گل ہوگیا۔ القصہ حضرت چراغ ہند کی کشیدگی بڑھتی گئی اور بالآخر وہ آمادہ ہوئے کہ زور تصرف سے سب کو دبادیں حضرت مخدوم صاحب مسجد میں ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اک بارگی معلوم ہوا کہ مجلس میں آگ بھڑک اٹھی ہے پہلے تو لوگوں نے برداشت کیا آخر جب تاب نہ رہی تو ایک ایک کرکے سب مسجد سے نکل پڑے حضرت مخدوم صاحب نے تبسم فرمایا اور کہا کہ یہ تصرف چراغ کی گرمی ہے جس کو ٹھنڈا کر دینا بالکل آسان ہے سامنے لوٹا رکھا تھا فرمایا تھوڑا سا پانی لیکر چھینٹا دے دو چراغ بجھ جائے گا یہاں پانی کا چھڑکنا تھا کہ حضرت حاجی چراغ ہند پانی میں ڈوب گئے اور بڑی مصیبت اٹھائی اور بزرگوں کی روحانیت سے فریاد کرنے لگے یہانتک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب متوجہ ہوئے وہاں سے فرمان صادر ہوا کہ ایک تو تمہارا تو مہمان دوسرے نیز فرزند تھا تم نے خود اچھا سلوک نہیں کیا تم جاکر اس سے معافی مانگو اور ارواح طیبہ بزرگان نے آکر حضرت مخدوم صاحب اس واقعہ کا ذکر کیا آپ نے

فرمایا کہ مجھے یہاں رہنا سہنا نہیں ہے نہ مجھکو حضرت چراغ ہند سے کوئی تعصب ہے البتہ انہوں نے حملہ کیا ہم بچتے رہے ارواح پاک نے سفارش کی کہ اب ان کی غلطی سے باز آؤ اور بالفعل دریائے گومتی سے ادھر کا حصہ ان کے لئے رہنے دو غرض اس گفتگو پر صلح ہوگئی اور چراغ ہند کا دل بالکل صاف ہوگیا اکثر حضرت مخدوم صاحب کے پاس آنے لگے۔

(ماہنامہ اشرفی اپریل ۱۹۲۷ء ص ۔ زیر عنوان "غوث العالم" از حضور محدث اعظم)

۳۵۔ جونپور میں حضرت مخدوم صاحب کو رہتے سہتے دو مہینہ گذر گئے حضرت قاضی شہاب الدین (دولت آباد) کی عقیدت اتنی بڑھ گئی کہ اگر روز نہیں تو دوسرے تیسرے دن ضرور حاضر ہوتے اور اپنی تصنیف کردہ کتابیں سنا کر تصدیق حاصل کرتے آپ نے بہت سی کتابوں کی تعریف فرمائی علم نحو میں کتاب ارشاد کو بہت پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ہندوستان کے چاروں کو جو لوگ کہتے ہیں وہ یہی ہے علم بیان میں بدیع البیان اور فن تفسیر میں بحر مواج کو فرمایا کہ طول تحریر کا ان میں بڑا دخل ہے فن شاعری میں جامع الصنایع جب پیش کیا تو حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ قاضی صاحب نے شعر و شاعری میں دخل دیا ہے اس وقت شیخ واحدی موجود تھے حضرت مخدوم صاحب کی شان میں جو قصیدہ لکھا تھا پڑھکر سنایا۔ حضرت نے دونوں کو ہنستے ہوئے دیکھا اور تبسم فرما کر قاضی صاحب سے فرمایا کہ آپ نے سارے علوم تو حاصل ہی کر لئے ہیں فارسی کو شیخ واحدی کیلئے چھوڑ دیجئے۔ شیخ واحدی نے حضرت قاضی صاحب سے کہا کہ قطعہ۔

اے کہ علم تو بہ تیغ بیاں   از عجم تا عرب گرفتہ دیار
چوں گرفتی عراق عربیت   فارسی را بواحدی بگذار

کہتے ہیں کہ دوبارہ جونپور آنے پر حضرت مخدوم صاحب نے قاضی

صاحب کو لباس خرقہ اور کتاب ہدایہ جو سمنان کی یادگار تھی عطا فرمایا تھا۔

(ایضاً صہ ۹-۱۰)

۴۰۔ خانقاہ اشرفی کی تعمیر تھوڑے دنوں میں ملک محمود نے کرادی قرب و جوار کے سادات کرام نے آکر دست حق پرست پر بیعت کی ملک الامراء ملک محمود نے اپنی اولاد اور رعایا کو حضرت کے ہاتھ پر داخل سلسلہ اشرفیہ کیا حضرت مخدوم صاحب کی ملک محمود صاحب پر بڑی عنایت رہتی تھی دو تین سال میں جب خانقاہ اور اس کے لوازم کی تعمیر ختم ہو چکی تو حضرت نے اس کا نام روح آباد رکھا کبھی کبھی حضرت روح آباد سے پورب جانب مع اصحاب کے تشریف لیجاتے اور جلوہ فرما ہو کر اسرار و معارف کی باتیں فرماتے رہتے اس کا نام دار الامان حضرت نے رکھا کبھی روح آباد سے اتر طرف تشریف لیجا کر جلوس فرماتے اس کا نام روح افزا ہے اور بارہا اس مقام سے ارشاد فرمایا کہ یہاں اولیا اوتاد اخیار رجال الغیب سب آتے رہتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں تم لوگ بھی یہاں آکر فیضیاب ہوتے رہو۔

(ایضاً صہ ۱۲)

۴۱۔ حضرت مخدوم صاحب نے عشق الٰہی کی راہ اور طلب مولیٰ کی سبیل میں سب سے پہلا قدم بچپن ہی میں ہوش سنبھالتے ہی رکھدیا تھا اور پھر ترک سلطنت اور سفر ارادات کے مافوق الفہم واقعات نے دعوے محبت کی صداقت کو عالم آشکارا کردیا تھا بارگاہ شیخ میں جذبات خدمت کا وفور سب پر ظاہر ہو چکا تھا جہانگیری و مقبولیت کا چمکتا تاج فرق اقدس پر رکھدیا گیا تھا اور وہ وقت آگیا تھا کہ جس نے عاشقانہ لباس پہن کر اس میدان محبت کے مشکلات کو برداشت کیا تھا اس کا جامہ زیب بدن محبوبیت کے لباس سے

ملبوس کیا جائے اور دنیا دیکھ لے کہ من کان للہ لہ جو اللہ کا ہو رہتا ہے اس
کا اللہ ہو جاتا ہے من یحب اللہ یحبہ اللہ جو محبت الٰہی کا متوالا ہوتا ہے وہ اللہ
کا محبوب ہو جاتا ہے چنانچہ ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۷۸۲ھ کی رات کو روح آباد
کچھوچھہ شریف میں حضرت کو شب قدر ملی مریدین و خلفاء اور قلندروں دار باب
صفا کا اچھا خاصہ مجمع تھا آپ کے بھانجے اور جانشیں حضرت نور العین اور
ابن خلیفہ حضرت در یتیم ابن حضرت شیخ کبیر اور خلفاء اصحاب طریقی حضرت
شیخ رکن الدین شاہباز و حضرت شیخ اصیل الدین سفید باز اور حضرت شیخ
جمیل الدین باز و دیگر علماء و مشائخ مثلاً حضرت قاضی رفیع الدین اودھی و
حضرت شیخ شمس الدین اودھی و حضرت شیخ عارف حضرت شیخ معروف و حضرت
ملک محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس رات کی بیداری میں حاضر تھے
مطلع فجر کے وقت سب لوگوں نے سنا کہ ہاتف غیبی نے ندا دی کہ " اشرف
ہمارا محبوب ہے "

اس مژدۂ جانفزا کو سنتے ہی خانقاہ اشرفی میں عید کا سماں کھنچ گیا
اور نیازمندان بارگاہ کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔

مبارک سلامت کے نعروں کی آواز بازگشت آسمان سے آنے لگی اور
شب قدر کی برکات نے سب کو حسب مراتب مالا مال کر دیا حضرت مخدوم صاحب
کی عادت کریمہ تھی کہ روزانہ نماز فجر مکہ معظمہ میں ادا فرماتے تھے اور طے زمان و
مکان کی کرامت روزانہ ظاہر ہوتی ہے چنانچہ اس شب قدر کی صبح کو بھی آپ
مکہ معظمہ نماز فجر ادا فرمانے تشریف لے گئے وہاں حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی
موجود تھے حضرت کو دیکھتے ہی فرمایا کہ محبوب یزدانی آئے۔ آپ کو یہ خداوندی
خطاب مبارک ہو دونوں بزرگوں نے اظہار سرور کیلئے معانقہ کیا اس وقت

تقریباً پانچ سو مشائخ کرام حرم شریف میں موجود تھے سب نے حضرت مخدوم صاحب کو مبارک باد دی اور ہر ایک حضرت کی رفعت مرتبت پر خوش و شاداں تھا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم صاحب جہاں تشریف لے جاتے مشائخ کرام آپ کو محبوب یزدانی کہکر مخاطب کرتے یہانتک کہ یہ آواز غیبی آسمان و زمین گونج اٹھی اور حضرت کی محبوبیت کا پرچم فرش سے عرش تک لہرانے لگا اور ہر زبان مسلم پر نام نامی کے ساتھ محبوب یزدانی کا لقب جاری ہوگیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

(۱۱) غوث العالم

ابھی حضرت مخدوم صاحب کو بارگاہ خداوندی سے۔ محبوب یزدانی کا خطاب عطا نہیں ہوا تھا کہ حضرت کے ترک سلطنت کی مقبولیت کا تاج بلند رتبہ سر پر رکھ دیا گیا تھا اور ترک تخت سلطانی کے بعد سر پر جہانبانی و فریادرسی پر حضرت بٹھادیے گئے تھے یعنی وہ نعمت عظمیٰ و محبوبیت کبریٰ جس کا درجہ نبوت کے بعد مراتب ولایت میں سب سے اعلیٰ اور جسکو اصطلاح میں "مرتبہ غوثیت" کہتے ہیں اس پر حضرت فائز ہوگئے تھے اور اسطرح نہ صرف سمنان بلکہ تمام عالم کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہوگئی اور عالم کا عالم حضرت کی بارگاہ بیکس پناہ کا بھکاری اور فریادی بن گیا اور ایک ایک کی فریاد سنکر درگاہ عالم پناہ سے سب کی آرزوؤں کی جھولی رحم و کرم سے بھری جانے لگی دنیا پکار اٹھی کہ ؎

دست من نزار و ناتواں گیر
یا سید اشرف جہانگیر

اور تجربہ کے بعد زمانے کو اعتراف کرنا پڑا ؎

برنگردنا نہ یا بدمدعا
ہر کہ آید بردلات امید وار

(ماہنامہ اشرفی مئی ۱۹۲۷ء صـ ۱۳-۱۴ از زیر عنوان غوث العالم از حضور محدث اعظم)

(۴۲) حضرت مخدوم صاحب نے تمام عالم کی سیر و سیاحت ۳۰ برس تک فرمائی اور تقریباً پانسو اولیاء اللہ سے ملاقات ہوئی حضرت خواجہ نقشبند حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت سید محمد گیسو دراز حضرت شاہ بدیع الدین مدار کا وہ زمانہ تھا اس سیر میں تقریباً پانچ سو اولیاء اللہ سے ملنا ہوا۔ اور خوارق عادات و کرامات کا اسقدر ظہور رہا کہ عرب و عجم قدموں پہ قربان ہونے لگا اور روئے زمین برکات اشرفیہ سے سیراب ہوگئی۔

(ایضاً ص۱۵)

(۴۳) ہم کو (یعنی حضور محدث اعظم ہند کو) نہ بحمد اللہ تعالیٰ اعلان حق کیلئے کسی جدید دار التصنیف کی ضرورت ہے نہ کسی اجتہاد کی ہمارے ائمہ کرام اولیاء عظام کا ذخیرہ ہماری نصرت کے لئے بہت کافی ہے۔ یہی لطائف اشرفی ہے جس کے مطالعہ کے بعد ہر گمراہ کو آپ بند کر سکتے ہیں۔

(ایضاً ص۲۰)

(۴۴) اور وہ کتاب مستطاب "لطائف اشرفیہ" ہے یہ بزرگ کتاب حضرت قدوۃ الکبرا غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنی کی ملفوظات ہے جس کو حضور کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین غریب یمنی نے پچاس سال کی مسلسل صحبت و خدمت میں مرتب فرما کر نذر خدمت کیا تھا اور حضرت مخدوم نے لفظ لفظ ملاحظہ فرما کر حسن قبول کا شرف عطا فرمایا تھا اور اسی بنا پر اس عظیم الشان کتاب کی تصنیف عام لوگوں میں حضرت مخدوم ہی کی طرف منسوب ہے اور بلا شبہ اس نظر سے دیگر بزرگوں کے ملفوظات سے اس کا درجہ مقام استدلال و انتساب میں بہت بلند و بالا ہے۔

(ماہنامہ اشرفی فروری ۱۹۲۵ء ص۲ زیر عنوان مجذوب شیرازی از محدث اعظم ہند)

فقیر اشرفی نے امام احمد رضا خاں بریلوی کو "غوث العالم" کا وفادار خدمت گذار۔ اور غلام لکھا تھا جسے دار العلوم امجدیہ کے ماہنامہ سنی آواز کے ایک ملازم نے غلط اور لغو قرار دیا۔ اور حد تو یہ ہے کہ مجھ سے وفاداری اور خدمت گذاری کے معنی دریافت کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں انکے الفاظ۔

"مولوی ہاشمی میاں لکھتے ہیں۔

"بریلی کا تاجدار بلا شک وشبہہ اپنے مرکز عقیدت کا وفادار اور خدمت گذار رہے۔ اسی وفاداری اور خدمت گذاری نے احمد رضا خاں کو اکابر اہلسنت میں شامل کرادیا اور حضور مخدوم پاک کی خصوصی توجہ نے اپنے اس غلام کو اہلسنت کا امام بنا دیا"

"مولوی ہاشمی میاں نے اس وفاداری اور خدمت گذاری کے معنی نہیں بتائے"

(ہدیۂ ہاشمی صـ۴۰)

لہذا سب سے پہلے خادم کے معنی ملاحظہ فرمائیں۔

"**خدام** - وہ لوگ ہیں جو فقرا وطالبین حق کی خدمت کرتے ہیں جیسا کہ حضرت داؤد علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام سے خطاب ہوا۔ یا داؤدُ اِذَا رَاَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا۔ اے داؤد جب میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ۔ اور یہ خدام ادائے فرض کے بعد اپنے اوقات کو امور معاش اور آخرت کی درستی کے کاموں میں مصروف رکھتے ہیں

(ترجمہ لطائف اشرفی حصہ دوم صـ۴۶ چوتھا لطیفہ)

یقیناً اعلیٰ حضرت نے اپنے قول وعمل سے طالبین حق کی خدمت کی۔ ترک وتجدید۔ جملہ کشی اور ریاضت شاقہ کے بجائے فرائض کی ادائیگی اور آخرت کی درستگی میں مصروف رہے۔ اس طرح

وہ سارے اغواث واکابر اولیاء کے خدمت گذار ہیں اور دین وسنیت جو بلاشبہہ غوث وخواجہ وغیرہم کا مسلک دشمن ہے اس کی کامل وفاداری۔ اعلیٰ حضرت میں بھی مرتبہ غوث کا احترام غلامئ غوث پر ناز

اور مسلک غوث کی پیروی ہی تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی پہچان تھی۔ غوث کے بارے میں وہ خود فرماتے ہیں

"عرض۔ غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے؟

ارشاد: بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے (لہذا غوث کا ہر زمانے میں ہونا ضروری ہے۔

عرض۔ غوث کو مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں؟

ارشاد۔ نہیں۔ بلکہ انھیں ہر حال یوہیں مثل آئینہ پیش نظر ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ غوث کا لقب عبداللہ اور وزیر دست راست (کا نام) عبدالرب اور وزیر دست چپ (کا نام) عبدالملک ہے۔ اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۴۸، ۳۴۹)

عرض۔ حضور! افراد کون اصحاب ہیں؟

ارشاد۔ اجلہ اولیائے کرام سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجات میں غوثیت کے بعد فردیت ہے۔

(ایضاً ص ۳۵۰)

غوث زمانہ کیلئے کچھ مترادف الفاظ میں ملاحظہ ہوں۔

"قطب الاقطاب در تمام عالم ذات واحد بود، چند الفاظ مترادف بر اسامی متبرکہ ایشاں اطلاق کردہ آید مثل قطب الدائرہ و غوث الاعظم وانسان کامل وقطب الاقطاب الاعلیٰ ومظہر کلی وجہانگیر ومیکن عند اللہ اسم شریف غوث عبداللہ است۔ (لطائف اشرفی)

یعنی قطب الاقطاب دنیا بھر میں ایک ہوتا ہے اور چند الفاظ انکے اسمائے گرامی میں بولتے ہیں مثلاً قطب الدائرہ وغوث اعظم انسان کامل وقطب الاقطاب وقطب الاعلیٰ ومظہر کلی وجہانگیر۔ لیکن خدا کے نزدیک غوث کا اسم شریف عبداللہ ہے۔

(برکات چشتیہ ترجمہ لطائف اشرفی صـ ۳۲۳)

میں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ مذکورہ غوث کی غلامی، وفاداری اور خدمت گذاری کو اپنی معراج کامل سمجھنے میں اعلیٰ حضرت نے اپنی پوری زندگی گذار دی۔ جو مدینہ منورہ میں اپنے آپ کو سیدوں کا غلام کہے وہ بریلی میں غوث کا بھی غلام نہ ہوگا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

بے شک اعلیٰ حضرت مرید وخلیفہ ہیں حضرت سرکار مارہرہ سیدنا سید آل رسول قادری کے، مگر غلام اور وفادار تو سبھی اکابر اولیاء کے ہیں۔

توپھر مخدوم سمنانی کے وفادار وخدمت گذار کیوں نہ ہونگے

(۱) وہ توغوث العالم ہیں

(۲) ان کا پیروکار ہدایت یافتہ ہے اور ان کا مخالف گمراہ ہے

(۳) ان کے بعض خلفائے اصحاب طے ہیں۔

(۴) ان کو بنظر اخلاص دیکھنے والا اور ان کا نظر کردہ مغفرت یافتہ ہے

(۵) وہ محبوب یزدانی ہیں۔

(۶) ان کے خلفاء مریدین صرف خشکی ہی میں نہیں بلکہ سمندر کے اندر بھی ہیں اور اس کی گہرائی میں مدینۃ الاشرف ہے۔

(۷) یہ اکابر اولیائے کے امام ہیں ان کی اقتدار میں نماز کی ادائیگی کو اولیاء اللہ اپنی معراج کامل تصور کرتے تھے۔

(۸) جسکا وقت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے وقت کی طرح محفوظ ہو۔

(۹) حضرت خواجہ حافظ شیرازی جسکے نیاز مند ہوں

(۱۰) جسکی اولاد روحانی سے آثار و برکات کبھی نہ جائیں بلکہ دن بدن ترقی خدا عطا فرمائے

(۱۱) گروہ والیانِ عالم جسکی قوم ہو۔

(۱۲) قدم عیسی علیہ السلام تک جسکی رسائی ہو اور جس کے کام تلبِ مسیحا پر انجام پاتے ہوں اور عیسوی المشرب ہو۔

(۱۳) مردہ کو زندہ کرنا ۔ اندھے کوڑھی کو تندرست کرنا جسکی کرامات میں سے ہو۔

(۱۴) جو وسیلۂ خلقت عالم وبقائے دنیائے حادث ہو۔

(۱۵) جو ایسا ہو کہ اگر اس کا وجود چشم زدن کو مفقود ہو جاتا تو دنیا ۔۔۔ ونابود جاتی۔

(۱۶) جو غوث العالم ۔ غوث اعظم ۔ انسان کامل ۔ قطب الاقطاب ۔ قطب الاعلیٰ۔ مظہر کلی اور جہانگیر جیسے خطابات کا مصداق ہو۔

(۱۷) جس کا جانشین مخدوم الآفاق ہو اور جسکے مریدین اکابر اولیاء میں ہوں۔

(۱۸) جو غوث ہونے سے قبل امامان کے مرتبہ پر فائز رہا ہو۔

(۱۹) جس کے اختیار میں عہدہ دنیا اور معزول کرنا ہو۔

(۲۰) جس کے سپرد دورۂ عالم ہو۔

(۲۱) جس نے اپنے پیر بھائی کو قطب العالم بنا دیا ہو

(۲۲) جسنے اپنے خادم تنکر قلی کو نقبا میں داخل کر لیا ہو۔

(۲۳) جسکا جسم اتنا لطیف ہو کر دبانے والے کا ہاتھ اس پار سے اس ہو جائے اور جسم حائل نہ ہو۔

(۲۴) جسکی غوثیت کا اعلان ، سلطان المرشدین اور خود غوث زمانہ نے کیا ہو۔

(۲۵) جو کسی پر اگر دروازۂ ہدایت بند کر تو روئے زمین پر کوئی ولی اللہ اسے کھولنے پر راضی نہیں ہو سکتا۔

(۲۶) جس کے مدمقابل کوئی کھڑا نہ ہو۔

(۲۷) جسکی آمد کا ذکر خود حضرت خضر علیہ السلام ستر مرتبہ مخدوم پنڈوہ سے کریں۔

(۲۸) جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہو۔

(۲۹) جس کے مریدوں کی نگرانی میں اولیاء اللہ کا مخفی بازار "سوق المجانین" ہو۔

(۳۰) جو لوہے کی زنجیر پر۔ صرف نظر ڈال دے تو کھرا سونا بن جائے۔

(۳۱) جسنے اپنے دس خلفاء کو عشرہ مبشرہ سے تعبیر کیا ہو۔

(۳۲) جسے غلامیٔ مصطفےٰ۔ خدمت مرشد، عرفان الٰہی اور اپنے دو خلفاء (حضرت نور العین اور حضرت کبیر) پر فخر ہو۔

(۳۳) جسنے اپنے خلیفہ ابن خلیفہ کو ایسا منصب بخشا ہو جو نسلاً بعد نسلٍ ان کی اولاد میں ہر زمانے میں رہے

(۳۴) جس نے اہل ہوا و ہوس کے بارے میں کہا ہو کہ یہ میرے بندے کے بندے ہیں

(۳۵) جس کے ادب مرشد کی مثال۔ دامن ہندوستان، اطراف زمانہ اور جوانب ملک میں بزرگان عصر اور اکابر دہر میں نہیں ملی۔

(۳۶) جسے مخدوم جلال الدین بخاری نے بھی اپنے برکات و نعمات سے مالا مال کیا ہو۔

(۳۷) جس کے منتظر مخدوم شیخ شرف الدین یحیٰ منیری رہے ہوں۔

(۳۸) جسکی تربیت سلطان المرشدین نے کی ہو۔

(۳۹) جسکا خطاب آسمانی "جہانگیر" ہو۔

(۴۰) جو اپنے حاسدوں کیلئے "جہانگیر" بھی ہو۔

(۴۱) جس کے مرشد نے اپنی ابتدائی اور انتہائی ہر نعمت اسے دیدی ہو۔

(۴۲) جس کے آگے حضرت چراغ ہند نے سر عقیدت خم کیا ہو۔

(۴۳) جس کی خانقاہ کے مقام "روح افزا" پر اولیا اوتاد انبیاء اور رجال الغیب حاضری دیتے ہوں اور جو ہر خاص و عام فیض بخش ہو۔

(۴۴) جسکی ذات تارک سلطنت ہو۔

(۴۵) جس کے واقعات مافوق الفہم ہوں ۔
(۴۶) جو ترک سلطانی کے بعد "سریر جہاں بانی دفریاد رسی" پر رونق افروز ہو ۔
(۴۷) جو اس نعمت عظمیٰ کا حامل ہو جسکا درجہ نبوت کے بعد ۔ مراتب ولایت
میں سب سے اعلیٰ ہے ۔
(۴۸) اصطلاح میں جسے مرتبہ غوثیت کہتے ہیں اور وہ اسپر فائز ہیں ۔
(۴۹) جس کے ہاتھ میں عالم کی باگ ڈور ہو ۔
(۵۰) جو حضرت خواجہ نقشبند ، مخدوم سید جلال الدین بخاری ۔ حضرت بندہ نواز
گیسو دراز اور حضرت شاہ بدیع الدین مدار جیسے اکابر اولیاء کا ہم عصر ہو ۔
کیا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ایسی عظیم اور بے مثال ہستی کے غلام نہیں ہیں؟
کیا وہ ۔ غوث العالم ، قطب الاقطاب ، قطب الاعلیٰ ، انسان کامل ، غوث الاعظم
مظہر کلی اور جہانگیر کے وفادار اور خدمت گذار نہیں ؟
مرا سوال فاضل بریلوی کی بیعت وخلافت سے متعلق نہیں ہے بلکہ ان کی
وفاداری ، غلامی اور خدمت گذاری سے متعلق ہے
کیا فاضل بریلوی اپنے والد و استاذ اور پیر کے سوا کسی کے وفادار اور خدمت گذار نہیں ہیں
کیا ان کی غلامی وفاداری اور خدمت کا دائرہ بریلی اور مارہرہ تک ہی محدود ہے
کیا وہ اجمیر ، دہلی اور کچھوچھا کے تاجداروں کے غلام وفادار اور خدمت
گذار نہیں ہیں ۔

اور اگر فاضل بریلوی ہر غوث زمانہ کے وفادار ۔ غلام اور خدمت گذار ہیں تو پھر
سنئے اعلیٰ حضرت کی چلتی پھرتی پاور فل مشین یعنی حضور محدث اعظم کی بات ۔
مخدوم سمنانی انکے نزدیک قطب الاعلیٰ ، قطب الاقطاب ، غوث الاعظم انسان
کامل وجہانگیر بھی ہیں اور ترک سلطان کے بعد " سریر جہانبانی دفریاد رسی "
پر رونق افروز بھی ۔ یعنی مخدوم سمنانی کو " سریر جہانبانی " نے حاکم اور فاضل بریلوی

کو محکوم بنایا۔

اور سرپرِ فریادرسی نے مخدوم پاک کو فریادرس اور فاضل بریلوی کو فریادی بنایا۔ لہذا غوث العالم کی وفاداری اور خدمت گذاری سے انکار بعض بریلویوں کی کور بختی اور شقاوت قلبی ہے۔ (۲) حضرت ــ جو اہلسنت کے امام ہیں، انھیں اولیائے کرام کے امام کی غلامی سے خارج کرنا قطب احمد رضا کو مجروح کرنا ہے اس حماقت کے ساتھ ساتھ چہ غم افتریوں کی جسارت بھی ملاحظہ ہو۔

> "بریلی سے مراد یہاں شہر بریلی یا اس کے کوچے گلیاں، اہل شہر خانقاہیں یا اولاد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد اسلام کے وہ عقائد حقہ اور شریعت مطہرہ کے وہ منقح و مرجح احکام ہیں جنکی شب و روز ملت کو ضرورت ہے وہ آج صرف اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہ کے بیان کردہ مسلک میں موجود ہے
>
> (ہدیۂ ہاشمی ص ۷۹، ۸۰)

قارئین کرام! امجدیہ والے کو تسلیم ہے کہ بریلی سے مراد ــ شہر، گلیاں، خانقاہیں اور اولاد اعلیٰ حضرت نہیں بلکہ بریلی سے مراد اسلام کے عقائد حقہ اور شریعت کے منقح احکام ہیں

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ، بغداد شریف، اجمیر شریف اور کچھوچھا شریف سے مراد اسلام کے عقائد حقہ اور شریعت کے منقح احکام کیوں نہیں ہیں

مدینہ منورہ میں ـــــــ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آرام فرما ہیں۔

بغداد شریف میں ـــــــ امام اعظم، ائمہ طاہرین، سید الطائفہ اور غوث اعظم جیسے اکابر مجتہدین و اولیائے کاملین آرام فرما ہیں۔

اجمیر شریف میں ـــــــ عطار رسول، آل بتول خواجۂ خواجگاں سرکار غریب نواز

آرام فرما ہیں۔

پھوچھا شریف میں ـــــ غوث العالم، محبوب یزدانی، سلطان الاولیاء، جہانگیر اور پر تو عیسیٰ مسیح آرام فرما ہیں۔

بریلی شریف میں ـــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں آرام فرما ہیں۔

تو جس شہر میں اعلیٰ حضرت کی قبر ہو اس شہر سے مراد اسلام کے عقائد حقہ اور شریعت کے منبع احکام ہوں، اور جن شہروں میں نبیین، صدیقین، شہداء صالحین اور اغواث و مجتہدین ہوں اس سے مراد اسلام کے عقائد حقہ اور شریعت کے منبع احکام نہ ہوں، لغزش فکر و نظر ہے کہ نہیں؟

اب اختری مکتبہ فکر کی وہ جسارت ملاحظہ ہو جس پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو اس میں چھپی ہوئی گستاخی ظاہر ہو جائے گی۔ اس کے لئے آپ لفظ "صرف" پر غور فرمائیں

پہلے یہ دعویٰ کیا گیا کہ بریلی سے مراد اسلام و شریعت ہے۔

پھر لفظ "صرف" سے اسطرح زور دیا گیا کہ

"وہ آج صرف اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہ کے بیان کردہ مسلک میں مجدد ہے (ہدیہ ہاشمی ص۸۰)

تو کیا ائمہ مجتہدین، اولیائے کاملین اور فقہاء و مجددین کی تشریحات میں اسلام کے حقائد حقہ اور شریعت مطہرہ کے منبع احکام نہیں ہیں۔ صرف اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ مسلک میں موجود ہے۔

کیا اعلیٰ حضرت کی تشریحات، ماخذ سے محروم ہیں؟

اور اگر ان کا ماخذ ہے تو پھر اس میں کون سی بات اعلیٰ حضرت کی اپنی ہوئی اور جب فاضل بریلوی نے کوئی بات اپنے دل سے نہیں گڑھی اور ان کی ہر بات کتب سابقہ سے ہی ماخوذ ہے تو پھر انکی تشریحات کو ائمہ مجتہدین حتیٰ

امام اعظم اور اولیائے کاملین مثل غوث اعظم کا مسلک کیوں نہیں بتایا جاتا۔
فاضل بریلوی عقائد میں درحقیقت مبلغ ہیں مسلک اہلسنت کے
اور فقہ میں شارح ہیں مسلک امام اعظم ابوحنیفہ کے۔
دین کے اس مجدد کو اگر بانیٔ مسلک کہا گیا تو پھر یہی شان ہر مجدد کیلئے ماننا
پڑیگا اور پھر بریلی کو بھی مجبور ہو کر اس نئی صدی کا نیا مجدد اور پھر اسکا نیا
مسلک بھی ماننا پڑیگا۔
علم کی کمی کے سبب مدرس امجدیہ ٹھیک سے نہ کہہ سکا۔ اسے یہ بات
اسطرح کہنا چاہیے تھا کہ فاضل بریلوی کسی بریلوی شہری یا صاحب اولاد کا نام
نہیں بلکہ سنیت کی علامت کا نام ہے انتخاب بزرگاں کا نام ہے احمد رضا۔ ان کے
بیان کردہ مسائل ائمہ مجتہدین اور اولیائے کاملین کے مسلک کے عین مطابق ہیں
وہ کسی نئی بات کے مدعی نہیں بلکہ اولیاء متقدمین کے ارشادات کے ناقل ہیں۔
وہ سلسلہ برکاتیہ میں مرید اور فقہ حنفی میں مقلد ہیں۔
ایسے مرید و مقلد کو ــــ پیران پیر اور مجتہدین پر فوقیت دینا جسارت و گستاخی ہے
کہ نہیں۔
دار العلوم امجدیہ دعویٰ کرتا ہے کہ ــــــ "آج صرف اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ
مسلک میں ہے"
اور امجدیہ کا ممدوح و محبوب ــــ فاضل بریلوی کی چلتی پھرتی پاور فل مشین،
حضور محدث اعظم ہند تو لطائف اشرفی کے بارے میں یہاں تک فرماتے ہیں۔

ہم کو بحمد للہ اعلان حق کیلئے کسی جدید دار التصنیف کی
ضرورت ہے نہ کسی اجتہاد کی ہمارے ائمہ کرام اور
اولیاء عظام کا ذخیرہ ہماری نصرت کیلئے بہت کافی ہے
یہی لطائف اشرفی ہے جسکے مطالعہ کے بعد ہر گمراہ

کو آپ بند کر سکتے ہیں ۔"

ماہنامہ اشرفی اپریل ۱۹۲۴ء ص ۲۰

ایک دوسرے مقام پر لطائف اشرفی کا تعارف حضور محدث اعظم ہند ان الفاظ میں کراتے ہیں ۔

" اور وہ کتاب مستطاب " لطائف اشرفی " ہے یہ بزرگ کتاب حضرت قدوۃ الکبرا غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی ملفوظات ہے جسکو حضور کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین غریب یمنی نے پچاس سال کی مسلسل صحبت و خدمت میں مرتب فرما کر نذر خدمت کیا تھا اور حضرت مخدوم نے لفظ لفظ ملاحظہ فرما کر حسن قبول کا شرف عطا فرمایا تھا اور اسی بنا پر اس عظیم الشان کتاب کی تصنیف عام لوگوں میں حضرت مخدوم ہی کی طرف منسوب ہے اور بلا شبہ اس نظر سے دیگر بزرگوں کے ملفوظات سے اسکا درجہ مقام استدلال و انتساب میں بہت بلند و بالا ہے ۔ (ماہنامہ اشرفی فروری ۱۹۲۵ء ص ۴)

حضور محدث اعظم ہند اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد بھی فرماتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کرام و اولیاء عظام کا ذخیرہ ہماری نصرت کیلئے کافی ہے مگر اسیران ابیفں اختری کو ائمہ کرام و اولیائے عظام کے ذخیرہ پر اطمینان نہیں ۔ وہ صرف فاضل بریلوی کے بیان پر اعتماد کرتے ہیں اور اس سچائی کو فراموش کر دیتے ہیں کہ فاضل بریلوی خود ائمہ کرام اور اولیائے عظام کے ذخیرہ سے چن چن کر باتیں پیش کرتے ہیں انکی ہر تحریر ، ہر بات

ایجاد بندہ سے پاک ہے اب اسیر ان رنگ اختری کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے اسلام کے عقائد اور شریعت کے احکام کو قرآن و حدیث سے۔ ائمہ مجتہدین اور اولیائے کاملین کی کتابوں سے جانا اور سمجھا نیز شریعت مطہرہ کو امام اعظم ابو حنیفہ امام ابو یوسف ، امام محمد ، امام زفر و دیگر فقہائے حنفیہ سے جانا۔ اور توحید و معرفت کو غوث اعظم ، غریب نواز، مخدوم سمنانی و دیگر اکابر اولیاء سے حاصل کیا ـــــــ مگر اتفاق سے اس نے کوئی کتاب اعلیٰ حضرت کی نہیں پڑھی۔

توکیا ایسے شخص پر اسلام کے عقائد حقہ اور شریعت مطہرہ کے احکام واضح نہیں ہونگے؟

یا ہمارے جن بزرگوں نے اعلیٰ حضرت سے کچھ سیکھا نہیں بلکہ سکھایا ہے اور تصنیفات اعلیٰ حضرت کے مطالعہ سے قبل ہی وصال فرما چکے تو کیا وہ سارے بزرگ عقائد حقہ اور احکام شرع کے علم سے محروم سمجھے جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت کی تعریف ضرور کیجئے۔ ان کی تعریف باعث تسکین قلب ہے مگر یہ احتیاط ضروری ہے کہ ایسی تعریف نہ ہو جو موجودہ نسل کو ائمہ مجتہدین اور اولیائے کاملین سے کاٹ دے۔

مئی ۱۹۸۳ء کے ماہنامہ استقامت کانپور کی خصوصی اشاعت "مفتی اعظم ہند نمبر" میں ایک مضمون "مفتی اعظم ہند ایک تاریخ ساز شخصیت" شائع ہوا ہے۔ مضمون نگار کا نام "برہان الملت حضرت علامہ مفتی محمد برہان الحق صاحب رضوی جبل پوری" مندرج ہے۔

فاضل مضمون نگار ارشاد فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غلام آستان کو حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

کے برابر ہمیشہ فیوض و برکات سے نوازا "(ص ۲۲)

(چند سطور بعد)

"فقیر حالانکہ اس آستانہ عالیہ رضویہ کا ادنی ترین خادم ہے لیکن حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ہمیشہ مجھے اپنے برابر رکھا۔ اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے ایک طویل قصیدہ جہاں اپنے شاگردوں اور خلفاء کا ذکر فرمایا ہے۔ اس خادم کا حضرت مفتی اعظم ہند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے حضور مفتی اعظم ہند کا اسم گرامی مشہور مصطفےٰ رضا خاں اور کنیت آل الرحمٰن ہے۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قصیدے کے ایک شعر میں ہم دونوں کا ذکر فرمایا اور پھر شعر میں ہی نہیں بلکہ ایک ہی مصرح میں ہمارے دونوں کے ناموں کو جمع فرما دیا جبکہ ہر شاگرد و خلیفہ کا ذکر علیحدہ علیحدہ شعر میں فرمایا ہے۔ ہمارے متعلق جو شعر ارشاد فرمایا وہ یہ ہے ؎

آل الرحمن ، برہان الحق

شرق پہ برق گراتے یہ ہیں (ص ۲۳)

مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

ہندوستان کے ارباب فکر و دانش نے علمائے کرام کی زیر قیادت بمبئی میں ایک احتجاجی جلسہ کا اعلان کیا جس میں ملک کے ہر عقیدہ اور مکتبۂ فکر کے علماء کو دعوت شرکت دی گئی۔ فقیر کے نام بھی دعوت نامہ آیا مگر فقیر نے اس مخلوط جلسہ میں شرکت سے معذرت نامہ بھیج دیا

(چند سطور بعد)

"حضور (مفتی اعظم ہند) نے سارے معروضات سننے کے بعد ارشاد فرمایا کہ" برہان میاں سے جا کر کہو کہ ہرگز ہرگز اس جلسے میں شرکت سے انکار نہ کریں ....

مخلوط اجتماع اور غیروں کے زیر اہتمام و صدارت یہ جلسہ ہونے کے باعث انھوں نے جو معذرت کی اور شرکت سے احتراز فرمایا ہے اسے ترک فرمادیں اور ضرور ضرور شرکت فرمائیں .... جب فقیر زادہ محمود میاں صاحب نے بالاگھاٹ سے آکر مجھے حضرت کا پیغام و حکم سنایا تو میں نے حضرت اقدس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انکے ارشادات و ہدایات پر شرکت کا ارادہ کرلیا .... جب میں نے تقریر شروع کی اور اسلام کے قانون کی عظمت و اہمیت کا ذکر کیا تو حسب معمول مجمع نے تالیاں بجائیں میں نے سختی کے ساتھ مسلمانوں کو اس سے باز رہنے کو کہا کہ یہ ایک اسلامی اجتماع ہے یہ کوئی سیاسی جلسہ نہیں (صد ۲۹، صد ۳۰)

مزید فرماتے ہیں:

"اس جلسہ میں علماء اہلسنت میں سے کسی نے بھی میرا ساتھ نہ دیا۔ جبکہ میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ارشاد و حکم کے مطابق ہی شریک جلسہ ہوا تھا (صد ۳۲)

(چند سطور بعد)

"میں نے ان سے (مولانا ارشد القادری سے) جلسے

میں شرکت کرنے اور تقریر کرنے کیلئے کہا وہ فقیر کے ساتھ
دوسرے دن جلسے میں تشریف لے گئے اور اپنی تقریر
میں میرے بیان کی تائید وحمایت فرمائی ۔ حضور مفتی اعظم
ہند علیہ الرحمہ کو جب جلسے کی مکمل رپورٹ ملی تو انھوں
نے میری کامیابی پر دعائیہ کلمات کے ساتھ مبارکباد تحریر
فرماکر والا نامہ سے نوازہ (ص ۳۲)

اس سے مندرجہ ذیل حقائق معلوم ہوئے ۔

۱ ۔ برہان ملت اور مفتی اعظم دونوں اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اور مساوی
تھے یعنی شرق پہ برق گراتے دونوں ۔

۲ ۔ مختلف العقائد کے علماء کے جلسہ میں شرکت کرنا ایک خلیفۂ اعلیٰ حضرت
کا عمل ہے اور دوسرے خلیفۂ اعلیٰ حضرت کا حکم ۔

۳ ۔ مخلوط جلسہ میں برہان ملت جیسے خلیفۂ اعلیٰ حضرت اور مولانا ارشد القادری
جیسے مناظر اہلسنت شریک ہوئے اور تقریر کی ۔

۴ ۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا خلیفہ ہو ۔
جسے مفتی اعظم ہند کے برابر رکھا گیا ہو ۔

جسے اعلیٰ حضرت نے مسند افتاء پر بٹھا کر دار القضاء شرعی کیلئے مفتی مقرر کیا ہو
وہ مخلوط جلسہ میں شریک ہو کر تقریر کر سکتا ہے ۔ اس مخلوط اجتماع
کو "اسلامی اجتماع" قرار دے سکتا ہے ۔ اور وہ مہتمم دار العلوم دیوبند
طیب قاسمی کی صدارت کے تحت مسلم پرسنل لا بورڈ کا نائب صدر
ہو سکتا ہے کیوں وہ رضوی ہیں ، برہان الملت ہیں ، خلیفۂ اعلیٰ حضرت
ہیں انکے لئے مخلوط تنظیم میں نائب صدارت بھی ٹھیک ہے اور ماتحتی بھی
گوارہ ہے ۔

مگر حضرت اشرف العلماء علامہ مفتی سید حامد اشرف اشرفی جیلانی نبیرۂ ہم شبیہ غوث جیلانی محبوب نورانی سرکار سید علی حسین اشرفی جیلانی کسی مخلوط تنظیم میں صدر بھی نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ نائب صدر سے کہیں زیادہ با اختیار صدر ہوتا ہے۔

برہان ملت کی نائب صدارت کیلئے شرکت جائز۔ مفتی اعظم کا حکم صحیح، خلیفہ اعلیٰ حضرت کا عمل درست اور ضرورت شرعی بن جائے۔ مگر "خانوادۂ غوثیہ" کا ایک عظیم فرد جب انہی ضروریات کے پیش نظر اپنی قوم کی حفاظت وصیانت کرنا چاہتا ہے۔ تو بائیکاٹ کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ موجودہ بریلی کی سفید قیادت کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس کام سے اعلیٰ حضرت مجدد ملت کے چہیتے خلیفہ کو روکا نہیں جاسکا۔ اس سے شہزادہ غوث اعظم حضرت اشرف العلماء کو بھی روکا نہیں جاسکتا۔ سنی مسائل کو خود حل کرنا اور مسلم مسائل میں سب سے اشتراک وتعاون کرنا سنت خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہے۔ جس کے بارے میں خود فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

شرق پہ برق گراتے یہ ہیں